حج عمره اورزیارت کا طریقه

قرآن و سنت کی روشنی میں

تصنیف

وزارتِ اسلامی امور، دعوت و ارشاد

فہرستِ مضامین

تعارف
باب 1: حج کی تعریف، اس کا حکم، اور اس کی فرضیتکی حکمت۔
باب 2: سفر اور اس کے آداب۔

باب 3: حج کی شرائط۔

باب 4: حج اور عمرہ کے میقات ۔

باب 5: حج کی اقسام۔

باب 6: حج میں قربانی کے جانور اور ان کی تفصیل۔

باب 7 : احرام کی ممانعتیں

باب 8: محرمات کے ارتکاب کی صورت میں فدیہ

باب 9: عمرہ کا بیان۔

باب 10: حج کے ارکان اور واجبات۔

باب 11: حج کا بیان۔

باب 12: مسجدِ نبوی کی زیارت۔

تعارف

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور درود و سلام ہو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی آل اور صحابہ کرام پر۔

حج اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلِلَّهِ عَلَى ٱلنَّاسِ حِجُّ ٱلْبَيْتِ مَنِ ٱسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا

بیت اللہ کا حج کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں میں سے ہر اس شخص پر فرض ہے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو۔[1]

امام بخاری اور امام مسلم نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، فرض نماز باجماعت ادا کرنا۔ زکوٰۃ ادا کرنا ، حج کرنا، یعنی مکہ مکرمہ کی زیارت کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔[2]

حجاور عمرہ کے لیے آنے والوں اور مسجد نبوی کے زائرین کی خدمت کے ارادے سے، سعودی عرب میں وزارتِ اسلامی امور، دعوت و ارشاد نے اس کتاب کو مرتب کیا ہے تاکہ حرمین شریفین میں آنے ، حج عمرہ کرنےاور مسجد نبوی کی زیارت کرنے والے تمام لوگ، اپنی عبادات قرآنِ مجید، سنتِ رسول ﷺ،اور صحابہ کرامؓکے طریقے اورعلماء امت کے اجماعی فتاوی کے مطابق آسانی سے ادا کر سکیں۔

یہ ایک مختصر کتاب ہے جس میں قرآن و سنت اور منہجِ صحابہؓ اور علماءامت کے اجماعی امورکی روشنی میں حج اور عمرہ کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

کتاب کو مختلف ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے، تاکہ اسے آسانی سے سمجھا جا سکے اور اس پر عمل کیا جا سکے۔ ابواب کی تقسیم درج ذیل ہے:

تعارف
باب 1: حج کی تعریف، اس کا حکم، اور اس کی فرضیتکی حکمت۔
باب 2: سفر اور اس کے آداب۔

[1] سورت آل عمران: آیت نمبر 97

[2] صحیح بخاری حدیث نمبر 8، اور صحیح مسلم، حدیث نمبر 16۔

باب 3: حج کی شرائط۔

باب 4: حج اور عمرہ کے میقات ۔

باب 5: حج کی اقسام۔

باب 6: حج میں قربانی کے جانور اور ان کی تفصیل۔

باب 7 : احرام کی ممانعتیں

باب 8: محرمات کے ارتکاب کی صورت میں فدیہ

باب 9: عمرہ کا بیان۔

باب 10: حج کے ارکان اور واجبات۔

باب 11: حج کا بیان۔

باب 12: مسجدِ نبوی کی زیارت۔

کتاب کا عنوان ہے:

"حج، عمرہ اور زیارات کا طریقۂ کار قرآن و سنت کی روشنی میں"۔

باب 1۔ حج کی تعریف، اس کا حکم اوراس کی فرضیت کی حکمت

حج کے لفظی معنی نیت کے ہیں۔

اسلامی اصطلاح میں حج کا مطلب ہے: مخصوص اوقات میں مخصوص اعمال کی انجام دہی کے لیے مکہ مکرمہ اور اس کے گرد و نواح کے مقدس مقامات پر جانا۔

حج کا حکم: استطاعت حاصل ہوجانے کے فوراً بعد زندگی میں حج ایک بار فرض ہوتا ہے، لہٰذا جس شخص پر اس کی فرضیت کے شرائط پورے ہوجائیں اور حج پر جانے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو، تو حج کو استطاعت کے پہلے سال سے مؤخر کرنا گناہ ہے۔

حج کے فرض ہونے کی دلیل: حج کی فرضیت قرآن و سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔

اللہ رب العزت قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

وَلِلَّهِ عَلَى ٱلنَّاسِ حِجُّ ٱلْبَيْتِ مَنِ ٱسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا

"بیت اللہ کا حج کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں میں سے ہر اس شخص پر فرض ہے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو"۔[1]

سنت نبوی میں سے حج کے فرض ہونے کی دلیل: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے خطاب کیا اور فرمایا:

إنَّ اللَّهَ عزَّ وجلَّ قد فرَضَ عليكمُ الحَجَّ فقالَ رجلٌ : في كلِّ عامٍ ؟ فسَكَتَ عنهُ حتَّى أعادَهُ ثلاثًا فقالَ: لَو قُلتُ نعَم لوَجَبَتْ ولَو وَجَبَتْ ما قمتُمْ بِها ذَروني ما ترَكْتُكُم فإنَّما هلَكَ من كانَ قبلَكُم بِكَثرةِ سؤالِهِم واختلافِهِم علَى أنبيائِهِم، فإذا أمرتُكُم بالشَّيءِ فخُذوا بهِ ما استَطعتُمْ، وإذا نَهَيتُكُم عن شيءٍ فاجتَنبوهُ.

"لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے، پس حج ادا کرو" ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ، کیا ہر سال ادا کیا جائے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ وہ شخص تین بار سوال کر چکا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں یہ کہوں کہ ایسا کیا جائے تو واجب ہو جائے گا اور تم اسے ہر سال ادا نہ کر سکو گے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے تم سے نہیں کہا وہ چھوڑ دو کیونکہ تم سے پہلے کی امتیں محض کثرت سے سوال کرنے اور اپنے انبیاء سے اختلاف

[1] سورہ آل عمران، آیت: 97

کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئی تھیں۔ لیکن جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو جس قدر ہو سکے اس کی اطاعت کرو اور جب میں تمہیں کسی کام سے منع کروں تو اس سے باز رہو۔[1]

نیز امتِ مسلمہ کا اجماع ہے کہ حج صاحبِ استطاعت پر زندگی میں ایک بار فرض ہے۔[2]

جس حکمت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو پیدا کیا، رسول بھیجے، کتابیں نازل کیں اور قوانینِ شریعت وضع کیے، وہ یہ ہے کہ اس کی توحید پر ایمان لایا جائے، صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ حج جیسی عبادت کرتے وقت یہ حکمت ہر مقام پر ظاہر ہوتی ہے۔

اس سے ہمیں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ بندوں پر حج کی فرضیت کا مقصد اللہ کی توحید پر ایمان لانا، اس کی عبادت میں خلوص پیدا کرنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا ہے۔ چنانچہ حج کا شعار کچھ یوں ہے:

لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لاَ شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ، وَالنِّعْمَةَ، لَكَ وَالْمُلْكَ، لاَ شَرِيكَ لَكَ

”لبیک (میں حاضر ہوں)، اے اللہ، لبیک (میں حاضر ہوں)، ، لبیک (میں حاضر ہوں) ،تیرا کوئی شریک نہیں، لبیک (میں حاضر ہوں)، بیشک تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے لیے ہیں۔ بادشاہی تیری ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔“

تمام انسانوں اور جنات پر فرض ہے کہ تمام عبادات صرف اللہ ہی کے لیے کریں جس کا کوئی شریک نہیں۔ جو شخص اللہ کے سوا کسی اور کے لیے عبادت کرتا ہے وہ اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

"میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں".[3]

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَى إِثْمًا عَظِيمًا

"بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کرنے کو معاف نہیں کرتا جبکہ اس کے علاوہ جو چاہتا ہے جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس نے بہت بڑا گناہ کیا۔"[4]

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا:

[1] صحیح مسلم، حدیث نمبر 1337۔

[2] اس اجماع کو امام نووی سمیت متعدد علماء نے المجموعة جلد 2 میں روایت کیا ہے۔، جلد 7، ص 7، اور ابن قدامہ نے المغنی میں، جلد 5، ص۔ 6۔

[3] سورہ الذاریات، آیت 56۔

[4] سورہ النساء، آیت 48۔

وَقَالَ الْمَسِيحُ يَابَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَ رَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ

"جبکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے تو یوں کہا تھا: اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے، اللہ اس پر یقیناً جنت حرام کر دیتا ہے اور اس کا گھر آگ ہوگا۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔"[1]

عبادت ان تمام چیزوں کا ایک جامع نام ہے جو اللہ کو پسند ہیں اور جن سے اللہ راضی ہوتا ہے، بشمول قول وفعل کے، خواہ کھلی ہوں یا چھپی، جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، دعا، ،خشیت، خوف، امید، توبہ اور توکل۔ اس میں مدد طلب کرنا اور رزق حاصل کرنا بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ عبادت کی دیگر صورتیں بھی ہیں۔

[1] سورہ المائدہ، آیت 72۔

باب 2: سفر اوراس کے آداب

سفر کے لغوی معنی فاصلہ طے کرنے کے ہیں۔

اسلامی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے: سفر کی مسافت طے کرنے کی نیت کرنا، اور یہ مسافت تقریباً سولہ فرسخ یعنی چار بریدوں کے برابر بنتی ہے ۔ چار برید اڑتالیس میل کے برابر ہوتے ہیں جو تقریباً اسی کلو میٹر بنتے ہیں۔ یہ فاصلہ عام طور پر معتدل موسم میں پیدل چل کر یا لدے ہوئے اونٹوں کے ساتھ دو دنوں میں طے کیا جا سکتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اور ایک رات کو سفر کہا"۔[1] حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چار بریدوں کی مسافت میں اپنی نمازیں قصر کرتے اور روزہ افطار کرتے تھے۔ یہ مسافت سولہ فرسخ کے برابر ہوتی ہے۔ [2]، [3]

لوگ عموماً بہت سے مقاصد کے لیے سفر کرتے ہیں، جو کہ مذہبی یا دنیاوی ہو سکتے ہیں۔

سفر کے بارے میں حکم کا انحصار اس مقصد پر ہے جس مقصد کے لیے سفر شروع کیا گیا ہے۔

اگر سفر فرض عبادت کے لیے ہے تو سفر بھی فرض ہوگا، جیسے فرض حج کے لیے سفر کرنا ہے۔

اگر یہ مستحب عبادت کے لیے ہو تو اس کے لیے سفر کرنا مستحب ہے ، جیسے غیر واجب عمرہ کے لیے سفر کرنا یا مسجدِ نبوی کی زیارت کے لیے سفر کرنا ہے۔

اگر سفر کسی جائز کام کے لیے ہے تو جائز ہوگا، جیسے کسی جائز تجارت کے لیے سفر کرنا ہے۔

اگر سفر کسی ناپسندیدہ چیز کے لیے ہے تو مکروہ ہوگا، مثلا بغیر کسی ضروری کام کے تنہا سفر کرنا۔

اگر سفر کسی ممنوعہ کام کے لیے ہے تو وہ سفر حرام ہوگا، جیسے کسی گناہ کے ارتکاب کے لیے سفر کرنا۔

سفرِ حج کے چند آداب:

[1] جیسا کہ امام بخاری (حدیث نمبر 1088) اور امام مسلم (حدیث نمبر 1339 اور 421) نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ محرم کے بغیر ایک دن اور رات کا سفر کرے۔ یہ صحیح بخاری کے الفاظ ہیں، صحیح مسلم کے الفاظ کچھ یوں ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاجو عورت اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ایک دن اور رات کا سفر کرے جب تک کہ اس کے ساتھ کوئی محرم نہ ہو (شوہر یا کوئی اور رشتہ دار جس سے اس کا نکاح حرام ہے) ۔

[2] اسے امام مالک نے الموطا میں روایت کیا ہے۔ص 15-11، اور عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں، جلد 2، ص۔ 524-525، اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں، جلد۔ 2، ص۔ 202-200 اور دیگر محدثین نے بھی روایت کیا ہے۔

[3] صحیح بخاری ، جلد 2، ص۔ 43. مزید ملاحظہ ہو:فتح الباری، ابن حجر، جلد 2، صفحہ 566.

اللہ رب العزت کو خلوصِ دل سے راضی کرنے کی نیت کرنا۔ اس کے لیے حاجی کو چاہیے کہ اپنے سفر کو، تمام اعمالِ حج کو اور اپنے قول و فعل کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع کرے اور اسی طرح جو مال دورانِ سفر خرچ کرے، اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت سے کرے۔

1. ان فرائض کو انجام دینا جو اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض کیے ہیں، جیسے پنجگانہ نمازیں ادا کرنا اور ان تمام کاموں سے اجتناب کرنا جو اللہ نے حرام قرار دیے ہیں۔ اسی طرح ایک حاجی کو مستحبات کا شوق ہونا چاہیے اور مکروہات سے دور رہنا چاہیے۔
2. سفرِ حج کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ حاجی نیک ساتھیوں کا انتخاب کرے، ان کا مخلص ہو، ان کو اچھے کاموں کی تلقین کرے، نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے اور حکمت اور بہترین نصیحت سے نیکی کی طرف دعوت دے۔
3. سفرِ حج پر نکلتے وقت حاجی کو چاہیے کہ اپنے خاندان اور پیاروں کو الوداع کہے، اپنی وصیت لکھے، اور خاص طور پر وصیت میں ان حقوق اور ذمہ داریوں کا ذکر کرے جو اس پر واجب ہوں۔
4. سفرِ حج کے دوران حاجی جسمانی طور پر لوگوں کی خدمت کے لیے تیار رہے، علم اور مال بانٹنے میں سخاوت کے اچھے اخلاق کو اپنائے، جن کو مدد و اعانت کی ضرورت ہو ان کی مدد کرے، علم کے ضرورت مندوں اور سوال پوچھنے والوں میں علم بانٹے اور اپنا مال خرچ کرتے وقت سخاوت کرے اور مال کو اپنے ذاتی مفادات اور اپنے بھائیوں کے مفادات اور ان کی ضروریات پر خرچ کرے۔

   ایک حاجی کو اپنے ساتھیوں کی بے رخی، ان کے برے اخلاق اور بدتمیزی پر صبر کرنا چاہیے۔ اسے ہمیشہ اچھا اور مہربان ہونا چاہیے اور ساتھیوں کے درمیان محبت اور ہم آہنگی سے رہنا چاہیے۔
5. حاجی کو حج اور عمرہ کے احکام سیکھنے چاہئیں اور قرآن و سنت اور امت کے سلفِ صالحین بشمول صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے علماءِ دین کی تعلیمات سے ماخوذہ دلائل پر مبنی کچھ مستند کتابیں حاصل کرنی چاہئیں۔ وہ ایسی کتابوں سے پرہیز کرے جن میں دین میں من گھڑت چیزیں (بدعات)، جھوٹی معلومات اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے والی تعلیمات پیش کی گئی ہوں، جیسے وہ کتابیں جو آپ کو بعض مخصوص مساجد یا ایسی جگہوں پر جانے کی ترغیب دیتی ہیں جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ ہمیں صرف حرمین شریفین اور ان مقدس مقامات پر جانا چاہیے جہاں حج کے دوران جانا ضروری ہے اور جن کی زیارت پر ہمارے دین نے بہت زیادہ ترغیب دی ہے۔ اسی طرح کچھ کتابیں ایسی ہیں جن میں طواف اور سعی کے لیے مخصوص دعائیں یا ایسے امور بیان کیے گئے ہے جن پر مستند شرعی دلائل موجود نہیں ہیں۔
6. حاجی کو اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا چاہیے، اور مستند دعاؤں کے ساتھ، ان کے مخصوص اوقات، مقامات اور حالات میں اللہ سے دعا کرنا چاہیے۔ مثال کے طور پر سفر کی دعا امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے لیے نکلے اور اپنے اونٹ پر سوار ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا، پھر فرمایا:

سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ، اللهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هَذَا

الْبِرَّ وَالتَّقْوَى، وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضَى، اللهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هَذَا، وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهُ، اللهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ، وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ، اللهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ، وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ، وَسُوءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ، وَإِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَ زَادَ فِيهِنَّ: آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ.

"پاک ہے وہ ذات جس نے یہ سواری ہمارے لیے مسخر کر دی ہے، کیونکہ ہم خود کبھی ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ یقیناً ہم سب کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اے اللہ ہم اپنے اس سفر میں تجھ سے نیکی اور تقویٰ چاہتے ہیں، اور عمل میں سے ایسا جس سے آپ راضی ہوں۔ اے اللہ ہمارے اس سفر کو آسان کر دے اور ہمارے لیے اس کی مسافت کم کر دے۔ اے اللہ، تو سفر میں ہمارا ساتھی اور گھر میں ہمارے خاندان کا نگہبان ہے۔ اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں سفر کی سختیوں سے، برے منظر سے اور واپسی پر مال اور اہل و عیال میں بری تبدیلیوں سے"۔

سفر سے واپسی کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی کلمات کہے اور ان میں یہ اضافہ کیا: "ہم توبہ کرتے ہوئے، اپنے رب کی عبادت کرتے ہوئے اور اس کی حمد کرتے ہوئے لوٹ رہے ہیں"۔[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت ہے کہ سفر کے دوران جب آپ بلندی پر جاتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب کسی گہری جگہ کی طرف جاتے تو سبحان اللہ کہتے۔ جیسا کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب ہم پہاڑی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب پہاڑی سے نیچے اترتے تو سبحان اللہ کہتے۔[2]

سفر کے دوران اگر آپ کسی جگہ کچھ دیر قیام کریں تو آپ یہ دعا پڑھیں:

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ

"میں اللہ کے کامل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے۔"

جو بھی یہ دعا پڑھے تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا جب تک کہ وہ اس جگہ سے نہ نکل جائے۔ خولہ بنت حکیم سُلَمیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا : جب کوئی شخص کسی جگہ اترتا ہے، پھر کہتا ہے: میں اللہ کے کامل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں اس چیز کے شر سےجو اس نے پیدا کی ہے، اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی جب تک کہ وہ اس ٹھہرنے والی جگہ سے نہ نکلے۔[3]

7. حجاج پر، خواہ حج ہو یا عمرہ، حج اور عمرہ کے عمل کو منظم کرنے سے متعلق قوانین اور ہدایات کی پابندی کرنا واجب ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سمجھی جائے گی کیونکہ اس نے ہمیں حکمرانوں کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جو تم میں صاحبِ

---

[1] اسے امام مسلم نے اپنی صحیح، حدیث نمبر: 1342 میں روایت کیا ہے۔

[2] اسے امام بخاری نے اپنی صحیح، حدیث نمبر: 2339 میں روایت کیا ہے۔

[3] اسے امام مسلم نے اپنی صحیح، حدیث نمبر: 2708 میں روایت کیا ہے۔

امر ہوں۔" [1]

جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نے فرمایا: "مسلمان پر حاکم کی بات سننا اور اطاعت کرنا واجب ہے خواہ وہ اسے پسند کرے یا نہ کرے، سوائے اس کے کہ اسے کسی گناہ کے کام کا حکم دیا جائے۔" [2]

مزید برآں، قوانین اور ہدایات کی پابندی حج یا عمرہ کرنے والوں کےعمومی مفاد کے حصول کو یقینی بناتی ہے اور ان سے ہونے والے نقصانات کو دور کرتی ہے۔

حضرت شیخ عبد العزیز بن باز رحمه اللہ نے فرمایا: حجاج کرام پر لازم ہے، اللہ انہیں کامیابی عطا فرمائے، کہ حجاج کی مصلحت کی خاطر دی گئی ریاستی ہدایات پر عمل کریں، اللہ ہماری ریاست کو اس کی توفیق دے ۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نیکی کے معاملے میں حکمرانوں کی بات سننے اور ان کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے۔ ریاست حاجیوں کے مفاد کے لیے جو ہدایات دیتی ہے وہ اجمالاً نیکیوں میں سے ہے، پس ان کی خلاف ورزی کرنا اللہ کی بھی نافرمانی ہے اور اجر میں کمی کرنے کا باعث ہوگا۔[3]

نیز وبائی امراض کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے ہدایات اور احتیاطی تدابیر پر عمل کرنا بھی شامل ہے، کیونکہ یہ ان ذرائع کو مد نظر رکھ کر ترتیب دی جاتی ہیں جن کا شریعت نے حکم دیا ہے۔

[1] سورہ النساء، آیت: 59

[2] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر: 7144، اور امام مسلم نے، حدیث نمبر: 1839۔ یہ الفاظ صحیح مسلم سے نقل ہوئے ہیں۔

[3] مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعة (مختلف فتاویٰ اور مضامین کا مجموعہ)جلد 17، ص 155.

باب 3: حج کی شرائط

شرط کے معنی علامت یا نشانی کے ہیں۔

اسلامی اصطلاح میں شرط یہ ہے: وہ جس کی عدم موجودگی سے شرعی حکم کا نہ کرنا لازم آئے، لیکن اس کا وجود بذاتِ خود، حکم کے وجود یا عدم کو لازم نہ کرتا ہو۔[1]

چنانچہ، حج اس وقت تک فرض نہیں ہوتا جب تک اس کی شرائط پوری نہ ہوں۔ وہ شرائط پانچ ہیں:

پہلی شرط اسلام ہے: حج کے لیے آنے والا مسلمان ہونا چاہیے۔ غیر مسلموں پر حج فرض نہیں ہے۔ اگر کوئی غیر مسلم حج کرے تو وہ صحیح نہیں ہوگا۔ باقی تمام عبادات کا بھی یہی حال ہے کیونکہ وہ اسلام قبول کیے بغیر قبول نہیں ہوتیں۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَى وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَارِهُونَ

"اور جس چیز نے ان کے صدقات کو قبول ہونے سے روکا وہ یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کھو چکے ہیں، وہ کبھی بھی سوائے کاہلی کے ساتھ نماز کے لیے نہیں آتے، اور وہ کبھی بھی سوائے دل برداشتہ ہو کے چندہ نہیں دیتے"۔[2]

دوسری شرط عقل ہے : مجنون پر حج فرض نہیں ہے اور نہ ہی اس کا حج صحیح ہے۔ حج ادا کرنے کے لیے نیت کرنا ضروری ہے جو کوئی مجنون نہیں کر سکتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"تین لوگوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے: سوئے ہوئے شخص سے، یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے، نابالغ سے یہاں تک کہ وہ بلوغت کو پہنچ جائے اور مجنون سے یہاں تک کہ وہ ہوش میں آجائے"۔ [3]
تیسری شرط بلوغت ہے: جو شخص بلوغت کو نہ پہنچا ہو اس پر حج فرض نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اوپر مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"تین لوگوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے: سوئے ہوئے شخص سے یہاں تک کہ بیدار ہو جائے،نابالغ سے بلوغت کو پہنچنے تک اور مجنون سے یہاں تک کہ وہ ہوش میں آجائے"۔
جو چھوٹے بچے ابھی بلوغت کو نہ پہنچے ہوں، ان کا حج صحیح ہے۔ اس کا ثبوت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ملتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک قافلہ سے روحاء نامی مقام پر ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرمایا: تم کون ہو؟ کہنے لگے: ہم مسلمان ہیں۔

---

[1] ملاحظہ ہو: التہبیر شرح التحریر، جلد 3، ص 1066 - 1067

[2] سورہ التوبہ، آیت: 54

[3] یہ حدیث امام احمد نے روایت کی ہے، ص 41، حدیث نمبر 224/24694، مزید ملاحظہ ہو مسند دارمی، جلد 2، ص 225، سنن ابو داوود، حدیث نمبر 4398، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 2041، اور سنن نسائی، حدیث نمبر 3432

انہوں نے کہا آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کا رسول۔ یہ سن کر ایک عورت نے ایک کم عمر بچہ آپ کو دکھانے کے لیے اٹھایا اور کہا: کیا یہ حج کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اور آپ کو اس کا اجر ملے گا۔[1]

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ لڑکے کا حج صحیح ہے، اسے اور اس کے ولی کو جو اسے حج پر لے کر آیا ہے، اس کا ثواب ملے گا، لیکن فرض حج کے لیے یہ کافی نہیں ہے۔ جب وہ بالغ ہو جائے گا تو اس پر فرض حج ادا کرنا لازم ہو گا۔ بچے کے سرپرست پر لازم ہے کہ وہ اسے احرام کی ان تمام ممانعتوں سے بچائے جن سے کوئی بالغ شخص احرام باندھنے کے بعد بچتا ہے۔

چوتھی شرط آزادی ہے: علمائے کرام کا اجماع ہے کہ غلاموں پر حج فرض نہیں ہے، کیونکہ وہ حج نہیں کر سکتے۔ اگر کسی غلام نے حج کیا تو صحیح ہو گا، لیکن فرض حج کے طور پر کافی نہیں ہو گا۔

پانچویں شرط جسمانی اور مالی استطاعت ہے: اس کا مطلب یہ ہے کہ حاجی جسمانی طور پر حج کے قابل ہو، یعنی مکہ مکرمہ جا کر مناسک حج ادا کر سکے۔ مزید یہ کہ اس کے پاس مکہ مکرمہ جانے کے لیے سفر کے اخراجات اور دیگر اخراجات کو پورا کرنے کے لیے کافی رقم موجود ہو۔ یہ ذکر کیے بغیر نہیں رہنا چاہیے کہ حاجی پر اگر کوئی قرض ہے تو جو رقم اس کے پاس ہے وہ اس قرض کی ادائیگی سے زیادہ ہونی چاہیے ، اور یہ کہ جو رقم اس کے پاس ہے وہ اُن اخراجات، جو اس پر واجب ہیں ، مثلا اس کے کھانے پینے، لباس، ازدواجی زندگی اور رہائش وغیرہ کی ضروریات کے علاوہ ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰہِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً

"بیت اللہ کا حج کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں میں سے ہر اس شخص پر فرض ہے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو"۔ [2]

اسی طرح اس میں حج پیکج کے اخراجات بھی شامل ہیں، اگر حجاج کو کسی خاص پیکج کے تحت حج کرنا پڑے اور وہ اپنے آپ کو اسکے اخراجات برداشت کرنے سے قاصر محسوس کریں تو انہیں حج سے عاجز شمار کیا جائے گا۔

اگر کوئی شخص مالی طور پر عاجز ہو تو اس پر حج فرض نہیں ہے۔ اگر وہ مالی طور پر استطاعت رکھتا ہو لیکن جسمانی طور پر استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس پر ذاتی طور پر حج ادا کرنا فرض نہیں ہے۔

جو شخص جسمانی طور پر حج نہ کر سکے اس کی دو حالتیں ہیں:

پہلی صورت: اگر وہ اس طرح عاجز ہو کہ امید ہو کہ یہ عاجزی دور ہو جائے گی، جیسے کہ اس بیماری کے ٹھیک ہونے کی امید ہو، تو وہ صحت یاب ہونے تک انتظار کرے، پھر بذاتِ خود حج کرے گا۔

دوسری صورت: اگر وہ اس طرح معذور ہو کہ صحت یاب ہونے کی امید نہ ہو، جیسے بڑھاپا آ جائے یا کوئی ایسی دائمی بیماری میں مبتلا ہو جائے جس سے شفایاب ہونے کی امید نہ ہو، تو پھر لازم ہوگا کہ وہ اپنی طرف سے کسی کو حج کے لیے بھیجے۔ اس پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں اشارہ ہے، انہوں نے فرمایا: قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی اور کہنے لگی:

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم: اللہ کی طرف سے حج کی فرضیت کا حکم تب آیا ہے جب میرے والد بہت بوڑھے ہیں۔ وہ اونٹ پر مضبوطی سے بیٹھنے سے قاصر ہے۔ کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں"۔ یہ حجة الوداع کے موقع پر تھا۔ [3]

خواتین کے لیے استطاعت کے علاوہ ایک اور شرط بھی ہے: حج کے سفر میں ان کا ساتھ دینے کے لیے محرم کی موجودگی بھی ضروری ہے۔ لہٰذا اگر کسی خاتون کو سفر کے لیے کوئی محرم نہ ملے تو اس پر حج واجب نہیں ہے، کیونکہ اس کے لیے محرم کے بغیر سفر کرنا جائز نہیں

---

1 صحیح مسلم، حدیث نمبر .1336 ۔ روحاء مدینہ منورہ سے تیس میل (75 کلومیٹر) سے زیادہ کے فاصلے پر واقع ایک جگہ کا نام ہے۔ ملاحظہ ہو: عاتق البلادی (معجم معالم الجغرافیہ، ص 164)

[2] سورہ آل عمران، آیت: 97

[3] صحیح بخاری، حدیث نمبر 1513، صحیح مسلم، حدیث نمبر 1334

ہے ۔ یہ قاعدہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، جس میں آپ فرما رہے تھے:

لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ، وَلَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ، فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ امْرَأَتِي خَرَجَتْ حَاجَّةً، وَإِنِّي اكْتُتِبْتُ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: انْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ

"مرد کو کبھی بھی کسی عورت کے ساتھ تنہا نہیں ہونا چاہیئے جب تک کہ اس کے ساتھ کوئی محرم نہ ہو ۔ عورت بھی محرم کے بغیر کسی کے ساتھ سفر نہیں کر سکتی ۔" ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میری بیوی حج پر گئی ہوئی ہے جبکہ میں فلاں فلاں جنگ میں شامل ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔" [1]

محرم کا عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے۔ نابالغ یا کم عقل محرم کی موجودگی سے شرط پوری نہیں ہو گی۔

محرم یا تو عورت کا شوہر ہو سکتا ہے یا کوئی بھی مرد جس سے خاتون کا ہمیشہ کے لیے شادی کرنا حرام ہے۔ یہ حرمت خون کے رشتے، دودھ پلانے (رضاعت) کے رشتے یا شادی کے رشتے کی وجہ سے ہو سکتی ہے۔

حج کرنے کی استطاعت میں یہ بھی شامل ہے کہ حج کی طرف جانے والے راستے محفوظ ہوں۔ اگر حج کی طرف جانے والا راستہ محفوظ نہ ہو تو حج فرض نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر کوئی وبائی بیماری پھیل جائے یا کسی اور چیز کا اندیشہ ہو کہ اس سے حاجی کے جان و مال کو نقصان پہنچے گا تو اس پر اس وقت تک حج فرض نہیں ہوگا جب تک وہ اطمینان سے نہ جا سکے۔

حج کی اجازت (حج پرمٹ کا اجراء):

حج کے مقدس مقامات میں جگہ محدود ہوتی ہے جو حجاج کی بڑی تعداد کا احاطہ نہیں کر سکتی، اس لیے ضروری ہے کہ اس حقیقت کو مدنظر رکھا جائے اور حاجیوں کی اس بڑی تعداد کو اس طرح منظم کیا جائے جس سے مناسک کی انجام دہی کو پر امن اور محفوظ بنایا جا سکے اور حجاج خطرات سے دوچار بھی نہ ہوں، خاص طور پر جب ایسے حاجی بھی ہوں جو جسمانی طور پر کمزور ہوں۔ اس لیے سعودی عرب کے باہر سے آنے والے حاجیوں کی تعداد کو محدود کرنے کے ساتھ ساتھ سعودی شہریوں کے لیے حج کا انتظام بھی کرنا ضروری ہے، تاکہ وہ ہر پانچ سال میں ایک بار حج کر سکیں۔

سعودی عرب کی سینئر علماء کونسل کی طرف سے ایک فیصلہ جاری کیا گیا ہے جس میں حاجیوں کی تعداد کو محدود کرنے کے عمل کی اجازت دی گئی ہے، اور اس پر موجودہ وقت میں عمل کیا جا رہا ہے۔ حج کے خواہش مندوں پر یہ واجب ہے کہ وہ تنظیمی احکام کی پابندی کریں اور ان کی خلاف ورزی نہ کریں، کیونکہ ان کی خلاف ورزی کرنا گناہ ہے۔

جو شخص حج کی شرائط پوری کرتا ہو لیکن حج کا اجازت نامہ حاصل نہ کرسکے کیونکہ اس کے ملک سے عازمین کی مقررہ تعداد پوری ہوچکی تھی، یا اس وجہ سے کہ اجازت نامہ حاصل کرنے کا وقت گزر گیا ہے، اور اس میں حاجی کی غفلت شاملِ حال نہیں تھی، یا اسی طرح کی کسی اور وجہ سے، تو اسے شرعی عذر سمجھا جائے گا اور جب تک وہ باقاعدہ اجازت نامہ حاصل کرنے کے قابل نہ ہو اس پر حج ادا کرنا فرض نہیں ہوگا۔

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر 3006، صحیح مسلم، حدیث نمبر 1341

باب 4: حج اورعمرہ کے میقات

عربی لفظ "مواقیت" لفظِ میقات کی جمع ہے ۔ لغوی طور پر "میقات" سے مراد کوئی عمل کرنے کا وقت یا اس عمل کو کرنے کی جگہ مراد لیا جاتا ہے۔

مواقیت دو قسم کے ہیں : زمانی اور مکانی۔

میقاتِ زمانی : عمرہ کا کوئی خاص وقت نہیں ہوتا۔ یہ پورے سال میں دن یا رات کے کسی بھی وقت میں کیا جا سکتا ہے۔ جب بھی کوئی مسلمان عمرہ کرنا چاہے اور آسانی سے کر سکے تو کر لے۔

جہاں تک حج کا تعلق ہے تو اس کی زمانی میقات ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا:

الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ

"حج کے مہینے مقرر ہیں۔ پس جو شخص ان میں حج کو لازم کرے، وہ حج کے دوران مباشرت، بد زبانی اور جھگڑے سے دور رہے"۔[1]

ایک صحیح روایت میں مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

"حج کے مہینے ہیں: شوال، ذی قعد، اور ذی الحج کا پہلا عشرہ ۔"[2]

حج اپنے مخصوص اوقات سے باہر نہیں ہوتا۔

اگر کوئی مسلمان ماہ رمضان میں حج کی نیت سے احرام باندھے تو یہ احرام صحیح نہیں ہوگا، کیونکہ یہ اپنے مخصوص وقت میں نہیں ہے، بلکہ یہ عمرہ میں بدل جائے گا۔ یومِ نحر (قربانی کے دن) یعنی عید الاضحی کے دن کا سورج طلوع ہونے کے بعد بھی احرام باندھنا صحیح نہیں ہوگا۔

میقاتِ مکانی: یہ وہ مقامات ہیں جن کو شریعت نے مخصوص کیا ہے کہ یہاں سے احرام باندھا جائے اور حج یا عمرہ کی نیت کی جائے۔ مواقیت پانچ ہیں،جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر فرمایا، جبکہ اہل شام کے لیے الجحفہ، اہل نجد کے لیے قرن المنازل اور اہل یمن کے لیے یلملم کو میقات قرار دیا۔ لہٰذا مذکورہ مقامات ان میں رہنے والوں کے لیےاور حج و

---

[1] سورہ البقرۃ، آیت: 197

[2] امام بخاری نے اپنی صحیح (481/1) میں اس کو تعلیقا بیان کیا ہے، اور سعید بن منصور (787/3) اور دیگر نے اس کی سند بیان کی ہے۔ اسے ابن کثیر نے اپنی تفسیر (542/1) میں اور ابن حجر نے فتح الباری (420/3) میں صحیح قرار دیا ہے۔

عمرہ کے سفر میں ان سے گزرنے والوں کے لیے میقات ہیں۔جو شخص میقات کی حدود کے اندر رہتا ہو اسے چاہیے کہ وہ اپنے گھر سے ہی احرام باندھے۔ اسی طرح اہل مکہ بھی مکہ سے احرام باندھ سکتے ہیں۔[1]

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عراق کے لیے ذات عِرق کو معین فرمایا۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب یہ دونوں شہر فتح ہوئے (اس سے مراد عراق میں کوفہ اور بصرہ تھے) تو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا:

اے امیر المومنین: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرن کو اہل نجد کے لیے میقات قرار دیا ہے، یہ ہمارے راستے سے دور ہےاور ہمارے لیے قرن سے گزرنا مشکل ہے۔حضرت عمر نے فرمایا کہ قرن کے بجائے اپنے راستے کے قریب کوئی جگہ تلاش کرو۔چنانچہ انہوں نے ذات عرق کو ان کا میقات قرار دیا۔[3]

علمائے کرام کا درج ذیل پانچ مواقیت پر اجماع ہے:

پہلا میقات ذوالحلیفہ ہے:اسے ابیار علی کہتے ہیں۔ یہ اہل مدینہ اور اس کے پاس سے گزرنے والوں کی میقات ہے۔ یہ مکہ مکرمہ سے شمال کی طرف 435 کلومیٹر کے فاصلے پرسب سے دور میقات ہے۔[4]

دوسری میقات الجحفہ ہے: یہ اہلِ شاماور اس کے پاس سے گزرنے والوں کے لیے میقات ہے۔ یہ مکہ مکرمہ سے شمال مغرب کی طرف 167 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

تیسرا میقات قرن المنازل ہے: اسے السیل الکبیر بھی کہتے ہیں۔ یہ اہل نجد اور اس کے پاس سے گزرنے والوں کی میقات ہے۔ یہ مکہ مکرمہ سے قریب ترین میقات ہے جو مشرقی جانب سے 75 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

یہ وادی محرم کی میقات سے متصل ہے جو الہدا میں وادی قرن المنازل کے اوپر ہے۔ یہ مکہ مکرمہ سے 67 کلومیٹر کے فاصلے پرہے۔

چوتھا میقات یلملم ہے: اسے السعدیہ بھی کہتے ہیں۔ یہ اہل یمن اور اس کے پاس سے گزرنے والوں کے لیے میقات ہے۔ یہ مکہ مکرمہ سے جنوب کی طرف 100 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

پانچواں میقات ذات عِرق ہے: اسے آج کل الضریبہ کہا جاتا ہے۔ یہ اہل عراق اور اس سے گزرنے والے تمام لوگوں کی میقات ہے اور مکہ مکرمہ سے شمال مشرقی جانب 100 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

[1] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر: 1526، اور امام مسلم نے حدیث نمبر: 1181۔

[2] اسے امام ابو داود نے روایت کیا ہے، حدیث نمبر 1739 اور امام نسائی نے حدیث نمبر 2653۔

[3] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر: 1531۔

[4] مواقیت اور مکہ مکرمہ کے درمیان فاصلوں کا تعین کرنے کے لیے، دیکھیں: ڈاکٹر بدر الدین یوسف محمد احمد "مواقیت الحج المکانیة: دراسة فی الجغرافیا و مفهوم المحاذاة)۔

جو شخص ان مواقیت کے راستوں کے علاوہ کوئی راستہ اختیار کرے اور ان مواقیت کے دائیں بائیں سے گزرے تو وہ وہاں سے احرام باندھے گا جہاں سے وہ کسی میقات کے قریب ترین پوائنٹ پر پہنچ جائےگا۔

اس شخص کے لیے میقات جو مو اقیت کی نسبت مکہ سے زیادہ قریب مقام پر رہتا ہو: اس شخص کا میقات اس کی مستقل قیام گاہ ہے۔ وہ جدہ، بحرہ اور الشرائع (حدودِ حرم سے باہر کے مقامات) کے باشندوں کی طرح جہاں ہے وہیں سے ہی احرام باندھے گا۔

اہل مکہ کے لیے میقات: حج کے لیے اہلِ مکہ اپنے گھروں سے ہی (مکہ میں) احرام باندھیں گے۔ عمرہ کے لیے،جو بھی حدود حرم کے اندر مقیم ہو، وہ حدودِ حرم سے باہر جائے گا اور وہاں سے احرام باندھے گا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا جب وہ عمرہ کر رہی تھیں،کہ مکہ مکرمہ میں حدود حرم سے باہر جا کر عمرہ کا احرام باندھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: اخْرُجْ بِأُخْتِكَ مِنَ الحَرَمِ، فَلْتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ، ثُمَّ افْرُغَا، ثُمَّ ائْتِيَا هَاهُنَا، فَإِنِّي أَنْظُرُكُمَا حَتَّى تَأْتِيَانِي۔

"اپنی بہن کو حدود حرم سے باہر لے جاؤ اور اسے عمرہ کا احرام باندھنے دو۔ جب تم دونوں فارغ ہو جاؤ تو میرے پاس آؤ، میں اس جگہ تمہارا انتظار کروں گا۔"[1]

جو شخص حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لیے حالت احرام میں ہوئے بغیر ان مواقیت سے گزرنا جائز نہیں ہے۔

ہو ائی مسافروں کے لیے انتباہ: اگر آپ حج یا عمرہ کے لیے جانے کے ارادے سے ہوائی جہاز میں سفر کر رہےہیں تو آپ کو فضا میں میقات تک پہنچنے پر احرام کی حالت میں داخل ہونا چاہیے۔آپ میقات پر پہنچنے سے پہلے احرام کے کپڑے پہن لیں اور تیار رہیں۔جس لمحہ آپ میقات تک پہنچیں، آپ فوراً احرام کی نیت کر لیں۔ اگر آپ کو ڈر ہو کہ آپ سو جائیں گے یا جہاز کا عملہ آپ کو بروقت خبردار کرنے میں ناکام رہے گا تو پہلے سے ہی احرام کی نیت کرنا جائز ہے۔

آپ کے لیے جان بوجھ کر جدہ کے ہوائی اڈے پر اترنے تک احرام باندھنے اور اسکی نیت کرنے میں تاخیر کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہوگی۔ چنانچہ یہ حرام عمل ہے جس کی اجازت نہیں ہے۔

جو شخص حج یا عمرہ کی نیت رکھتا ہو اور بغیر احرام کے ان مواقیت سے گزرے تو اسے چاہیے کہ وہ چھوٹے ہوئےمیقات پر واپس جائے اور وہاں سے احرام کی حالت میں داخل ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَعْصِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا

"بے شک جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ صریح گمراہی میں چلا گیا۔"[2]

اللہ تعالیٰ کا مزید ارشاد ہے:

---

[1] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر: 1560، اور امام مسلم نے حدیث نمبر: 1211۔
[2] سورۃ الاحزاب، 36

وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ

"اور جو اللہ کی حدود سے تجاوز کرے گا وہی حقیقی ظالم ہیں۔"[1]

مزید یہ کہ اس پر دم واجب ہو جائے گا، جو کہ مکہ مکرمہ میں ایک بھیڑ یا بکری کو ذبح کرنے اور حدود حرم کے اندر رہنے والے غریبوں میں تقسیم کرنے کی صورت میں ادا ہوگا۔ دم کے ساتھ ساتھ اسے چاہئے کہ توبہ واستغفار سے کام لے۔ اللہ کے ہاں ندامت محسوس کرے اور آئیندہ اس حرام فعل کو نہ دہرانے کا عزم رکھے۔

[1] سورة البقرة، 229

باب 5: حج کی اقسام

حج کی تین اقسام ہیں۔

پہلی قسم: حجِ تَمَتُّع

اس کا مطلب ہے حج کا وقت آنے سے پہلے تک عمرہ کر لینا اور آرام کی شکل میں فائدہ اٹھانا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ حج کے مہینوں میں اکیلے عمرہ کی نیت سے احرام باندھ سکتے ہیں۔ آپ طواف، سعی (صفا اور مروہ کے درمیان چلنا) اور بال کٹوانے کے ساتھ عمرہ ختم کر لیں اور احرام کی حالت سے باہر آجائیں۔ اس کے بعد اللہ کی حلال کی گئی چیزوں سے فائدہ اٹھائیں اور لطف اندوز ہوں، کیونکہ آپ احرام کی پابندیوں کے تحت نہیں ہیں۔ آپ عمرہ سے فارغ ہو کر احرام کی پابندیوں سے نکل آئے ہیں۔ مزید یہ کہ آپ اپنے ملک واپس نہیں جائیں گے، بلکہ اسی سال حج کا وقت آنے پر دوبارہ احرام باندھ لیں گے۔

لیکن اگر آپ نے شوال کے مہینے کے شروع ہونے سے پہلے عمرہ کا احرام باندھ لیا اور مکہ مکرمہ میں رہے اور اسی سال حج کر لیا، تو آپ نے حجِ تمتع نہیں کیا، کیونکہ آپ نے حج کے مہینوں میں داخل ہونے سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

اسی طرح اگر آپ نے شوال کا مہینہ شروع ہونے کے بعد عمرہ کا احرام باندھا لیکن حج اگلے سال کیا تو آپ نے حجِ تمتع نہیں کیا، کیونکہ آپ نےعمرہ اور حج دو الگ الگ سالوں میں کیا ہے۔

اگر آپ حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھ لیں، عمرہ ختم کر لیں اور احرام کی پابندیوں سے باہر آ کر پھر اپنے ملک واپس آ جائیں اور اس کے بعد صرف حج کے لیے نیا احرام باندھ کر پھر مکہ مکرمہ کی طرف سفر کریں، تو آپ کا حجِ تمتع نہیں ہوگا کیونکہ آپ نے صرف حج کی نیت سے سفر کیا ہے۔

دوسری قسم حجِ قِران ہے:

اس کا مطلب ہے حج اور عمرہ کو اکٹھا کرنا۔ یعنی یہ کہ آپ عمرہ اور حج کا احرام ایک ساتھ باندھیں، یا پہلے عمرہ کا احرام باندھیں،پھر عمرہ کے طواف سے پہلے حج کی نیت بھی شامل کر لیں۔ جب آپ مکہ پہنچیں تو آپ طوافِ قدوم سے شروع کریں گے، جو کہ سنت ہے، اور پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کریں گے۔ یہ حج اور عمرہ کی ایک ہی مشترکہ سعی ہوگی، جو کہ حج کے ارکان میں سے ایک ہے۔ آپ عید کے دن تک احرام کی حالت میں رہیں گے۔

صفا اور مروہ کے درمیان سعی میں تاخیر کرنا بھی جائز ہے۔ آپ اسے طواف القدوم کرنے کے بعد چھوڑ سکتے ہیں اور طوافِ حج کے بعد تک مؤخر بھی کر سکتے ہیں، خاص طور پر اگر آپ مکہ مکرمہ میں تاخیر سے پہنچیں اور آپ کو سعی میں مصروف ہو جانے کی صورت میں حج چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو۔

تیسری قسم "اِفراد" ہے:

اس سے مراد عمرہ کے ارادے کے بغیر صرف حج کا احرام باندھنا ہے۔ چنانچہ جب آپ مکہ پہنچیں تو آپ طواف قدوم کریں، پھر آپ حج کی سعی کریں اور عید کے دن تک احرام کی حالت میں رہیں گے۔

صفا اور مروہ کے درمیان سعی کو طوافِ حج کے بعد تک مؤخر کرنا جائز ہے جیسا کہ آپ حجِ قرآن میں کر سکتے ہیں۔

اس بات کی یہاں وضاحت کرنا ضروری ہے کہ حجِ قِران اور حجِ اِفراد میں اعمالِ حج یکساں ہیں،سوائے اس بات کے کہ نیت مختلف ہے ۔ مزید یہ کہ حجِ قِران کرنے والے پر قربانی کا جانور ذبح کرنا لازم ہے کیونکہ اسے دونوں مناسک ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے، برعکس اس کے جس نے صرف حجِ اِفراد کیا۔

حج کی بہترین قسم:

حج کی بہترین قسم تَمَتُّع ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو اس کاحکم دیا اور انہیں اس قسم کے حج کرنے کی تاکید کی۔ بلکہ ان کو حکم دیا کہ حج کی نیت کو عمرہ کی نیت میں بدل دیں تاکہ حجِ تمتع ادا ہو سکے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت نکلے جب ذوالقعدہ کے پانچ دن باقی تھے، اور سوائے حج کے اور کوئی ارادہ نہ تھا۔ ہم جب مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو حکم دیا جن کے پاس قربانی کا جانور نہیں تھا کہ بیت اللہ کا طواف کرنے کے بعد اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کے بعد احرام کی حالت سے باہر نکل آئیں۔[1]

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ أَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمْ أَسُقِ الْهَدْيَ، وَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً، فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ لَيْسَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَحِلَّ، وَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً.

وفي رواية: فَقَامَ رَسُولُ الله ﷺ فَقَالَ: قَدْ عَلِمْتُمْ أَنِّي أَتْقَاكُمْ لِله وَأَصْدَقُكُمْ وَأَبَرُّكُمْ، وَلَوْلاَ هَدْيِي لَحَلَلْتُ كَمَا تَحِلُّونَ، فَحِلُّوا، فَلَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ، فَحَلَلْنَا وَسَمِعْنَا وَأَطَعْنَا۔

"اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا جو کچھ میں ابھی جانتا ہوں، تو میں قربانی کے جانور اپنے ساتھ نہ لاتا، بلکہ میں اسے عمرہ میں تبدیل کر لیتا۔ جس کے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہو وہ احرام کھول لے اور اسے عمرہ میں تبدیل کر لے"۔[2]

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا: تم لوگ جانتے ہو کہ میں تم میں سےسب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا، سب سے زیادہ سچا اور سب سے زیادہ نیک عمل کرنے والا ہوں۔ اگر میں قربانی کے جانور اپنے ساتھ نہ لاتا تو میں بھی اپنا احرام کھول لیتا، لہٰذا تم اپنا احرام کھول لو۔ اگر مجھے پہلے سے معلوم ہوتا جو کچھ مجھے حال ہی میں معلوم ہوا ہے تو میں اپنے ساتھ قربانی کے جانور نہ لاتا۔" چنانچہ ہم نے احرام کھولا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی اور آپ کی اطاعت کی۔[3]

---

[1] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر: 1709، اور امام مسلم نے، حدیث نمبر: 1211 اور 125۔

[2] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر: 1651، اور امام مسلم نے حدیث نمبر: 1218 اور 147۔

[3] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر: 7367۔

یہ دونوں دلیلیں حجِ تمتع کو حج کی دوسری اقسام پر واضح طور پر ترجیح دیتی ہیں، سوائے اس صورت میں کہ قربانی کے جانور ساتھ ہوں۔ اس صورت میں حجِ قِران افضل ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ۔

اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ تمتع حاجی کے لیے زیادہ آسان ہے، کیونکہ وہ حج اور عمرہ کے درمیان آرام حاصل کرتا ہے۔

باب 6: حج میں قربانی کے جانور اور ان کی تفصیل

جانوروں کی قربانی صرف حجِ تَمَتُّع اور حجِ قِران میں واجب ہے۔ حجِ اِفراد میں جانوروں کی قربانی واجب نہیں ہے۔

حجِ تمتع اور حجِ قِران میں جانور کی قربانی تب ہی واجب ہوگی جب وہ مسجد حرام کے ساکن نہ ہوں، یعنی مکہ مکرمہ یا حرم کے رہنے والے نہ ہوں۔ اگر وہ مکہ کے رہنے والے ہیں تو ان پر جانور کی قربانی واجب نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ**

"یہ (قربانی) ان لوگوں کے لیے ہے جو مسجدِ حرام کے قریب نہیں رہتے۔"[1]

لہٰذا،جو شخص حجِ تمتع یا حجِ قِران کی نیت سے احرام باندھے، اور مکہ مکرمہ اور حدودِ حرم سے باہر رہتا ہو (مثلا جدہ کے لوگ)، تو اللہ تعالی کے حکم کے مطابق جانوروں کی قربانی اس پر واجب ہو گی۔

جو شخص حجِ تمتع یا حجِ قران کر رہا ہو، اور اس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو یا اس کے پاس حج کے دوران خرچ کرنے اور واپس گھر لوٹنے کے خرچے کے علاوہ رقم اتنی کم ہو کہ جانور کی قیمت ادا نہ کر سکتا ہو،اس سے جانور کی قربانی ساقط ہو جائے گی۔ اس کی جگہ اس پر دس روزے رکھنا فرض ہوں گے،تین روزے حج کے دوران، اور سات روزے جب وہ اپنے گھر کو لوٹ آئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

"تو جو شخص تم میں سے حج کا زمانہ آنے تک عمرے کا فائدہ اٹھائے، وہ حسبِ مقدور قربانی دے، اور اگر قربانی میسر نہ ہو، تو تین روزے حج کے زمانے میں اور سات گھر پہنچ کر رکھے، اس طرح پورے دس روزے رکھ لے۔ یہ رعایت ان لوگو ں کے لیے ہے، جن کے گھر بار مسجد حرام کے قریب نہ ہوں"۔[2]

ایامِ تَشرِیق (گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں ذوالحجہ) میں تین روزے رکھنا جائز ہے۔ اس اجازت کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے: "ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں دی گئی سوائے اس کو جسے قربانی کا جانور میسر نہ ہو۔"[3]

عید الاضحیٰ کے دن سے پہلے ان تین دنوں کے روزے رکھنا افضل ہے جب کہ حج کا احرام باندھا ہوا ہو۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے نزدیک عید کے دن روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا، عید الفطر کے دن اور عید الاضحی کے دن۔[4]

---

[1] سورة البقرة، 196

[2] سورة البقرة، 196

[3] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر: 1997۔

[4] اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے، حدیث نمبر 1991، امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے، حدیث نمبر 1137 ,141

ان روزوں کو لگاتار بھی رکھا جا سکتا ہے اور الگ الگ بھی، لیکن بغیر عذر کے ایام تشریق سے آگے مؤخر نہ کیا جائے۔اگر ان میں تاخیر ہو جائے،تو ان روزوں کو بعد میں رکھ لیا جاے۔ جب آپ اپنے گھر واپس پہنچ جائیں تو باقی سات روزے رکھ لیں،اپنی سہولت کے حساب سے لگاتار یا الگ الگ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو واجب کیا ہے لیکن یہ شرط نہیں رکھی کہ وہ لگاتار ہوں۔

قربانی کے جانوروں کی تفصیل:

قربانی کے جانور مویشیوں میں سے ہوں یعنی اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری وغیرہ، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ

"اور چند مقرر دنوں میں اُن مویشیوں پر اللہ کا نام لیں جو اُس نے انہیں بخشے ہیں، پس خود بھی کھائیں اور تنگ دست محتاج کو بھی دیں"۔[1]

قربانی کے لیے ایک بھیڑ ایک شخص کی طرف سے کافی ہے۔

سات آدمیوں کی طرف سے ایک اونٹ یا گائے کافی ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ: فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ نَشْتَرِكَ فِي الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ، كُلُّ سَبْعَةٍ مِنَّا فِي بَدَنَةٍ۔

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام کی حالت میں حج کے لیے نکلے۔ انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ اونٹ اور گائے کی مشترکہ قربانی کریں، اور ہم میں سے سات آدمی قربانی کے لیے ایک اونٹ میں حصہ ڈالیں۔"[2]

قربانی کا جانور جتنا اچھا ہو گا اتنا ہی زیادہ افضل ہے،کیونکہ اللہ طیب ہے اور وہی قبول کرتا ہے جو طیب (بے داغ، بہترین) ہو۔ قربانی کے جانور کو حرم کی حدود میں کہیں بھی ذبح کرنا جائز ہے۔ موجودہ دور میں حکومت (اللہ اسے سیدھے راستے پر رکھے) کی طرف سے خصوصی طور پر تیار شدہ قربان گاہ مہیا کیے گئے ہیں۔

جو شخص اپنی قربانی کا جانور حرم کی حدود سے باہر ذبح کرے تو جمہور علماء کے نزدیک اس کی قربانی درست نہیں۔

حجِ تمتع اور حجِ قِران میں قربانی کے جانور مقررہ وقت پر ذبح کیے جائیں، یعنی قربانی کے ایام میں (نماز عید کے بعد عید کا دن اور اس کے بعد کے تین دن)۔ عید کے دن سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں اور نہ ہی ایام تشریق کے بعد ذبح کرنے میں تاخیر جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں قربانی کے دنوں میں ذبح نہیں ہوگا۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اسے قابلِ قبول نہیں سمجھا جائے گا۔

---

[1] سورۃ الحج، 28

[2] اسے امام مسلم نے روایت کیا، حدیث نمبر 1318 اور 351۔

سنت یہ ہے کہ اونٹوں کو کھڑا کرکے ذبح کیا جائے اور ان کا بایاں ہاتھ باندھ لیا جائے۔ اگر کھڑی حالت میں ذبح کرنا مشکل ہو تو بٹھا کر ذبح کر لیا جائے۔ اونٹ کے علاوہ دوسرے جانوروں کے بارے میں سنت یہ ہے کہ ان کو ایک پہلو پر لٹا کر ذبح کیا جائے۔

اونٹ یا کسی دوسرے جانور کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ کہنا لازم ہے ۔ اگر جان بوجھ کر اللہ کا نام جانور پر نہ لیا جائے تو اس کا گوشت نہیں کھایا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ وَ إِنَّهُ لَفِسْقٌ

"جو (جانور) اللہ کے نام پر ذبح نہ کیا گیا ہو اسے مت کھاؤ۔ اور یہ بیشک نافرمانی کا عمل ہوگا۔"[1]

اس صورت میں اس کی قربانی درست نہیں ہوگی، کیونکہ یہ مردار کی مانند ہے جسے کھانا جائز نہیں۔ لیکن اگر آپ اس پر اللہ کا نام لینا بھول جائیں تو قربانی صحیح ہوگی اور آپ اسے کھا بھی سکتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے فرمایا ہے:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا۔

"(مومن دعا کرتے ہیں کہ) اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر جائیں تو ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا۔"[2]

سنت یہ ہے کہ اپنے ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت کھایا جائے اور دوسروں کو بھی اس میں سے کھلایا جائے۔

[1] سورة الانعام، 121

[2] سورة البقرة، 286

باب7 : احرام کی ممانعتیں

احرام کی ممانعتوں میں وہ تمام چیزیں ہیں جو احرام کی حالت میں ہونے کی وجہ سے حرام کی گئی ہیں۔ ان کی تین اقسام ہیں:

پہلی قسم: وہ چیزیں جو مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے حرام ہیں۔

دوسری قسم: وہ چیزیں جو صرف مردوں کے لیے حرام ہیں۔

تیسری قسم: وہ چیزیں جو صرف عورتوں کے لیے حرام ہیں۔

اس کی مزید وضاحت درج ذیل ہے:

پہلی قسم: وہ چیزیں جو مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے حرام ہیں۔

1. بغیر کسی عذر کے بال مونڈنا یا دوسرے طریقوں سے جسم کے کسی حصے سے بال اکھاڑنا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ

"اور اپنے سر نہ منڈواؤ جب تک کہ قربانی کا جانور اپنی منزل تک نہ پہنچ جائے۔"[1]

گوکہ یہ سر نہ منڈوانے کی دلیل ہے، لیکن اسی پر جسم کے دوسرے حصوں مثلاً ہاتھ یا پاؤں وغیرہ سے بال اتارنے کو قیاس کیا جا سکتاہے۔

2. ناخن تراشنا، اکھاڑنا یا کاٹنا،کیونکہ یہ آپ کے جسم کے اس حصے کو ہٹانا ہے جس کے ہٹانے سے آپ کو راحت و آرام حاصل ہوتاہے۔ لہذا، یہ بالوں کو ہٹانے کے مترادف ہے۔ ہاتھ اور پاؤں کے ناخن میں کوئی فرق نہیں۔ اگر کوئی ناخن ٹوٹ جائے اور وہ آپ کو تکلیف دینے لگے تو صرف اس میں سے تکلیف دہ حصہ نکالنے میں کوئی حرج نہیں۔ نہ اس پر کوئی مواخذہ ہے۔

3. حالتِ احرام میں داخل ہونے کے بعد لباس، جسم، کھانے پینے یا اس سے جڑی دوسری چیزوں میں خوشبو لگانا، کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھنے والے کے لباس کے بارے میں فرمایا: وَلاَ تَلْبَسُوا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلاَ الْوَرْسُ۔

"آپ ایسے کپڑے نہ پہنیں جس میں زعفران یا ورس کا رنگ ہو (ورس یمن میں پائے جانے والا پیلے رنگ کا ایک پودا ہے)"۔[2]

---

[1] سورة البقرة، 196

[2] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 5803 اور امام مسلم نے، حدیث نمبر 1177

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وَقَصَتْ بِرَجُلٍ مُحْرِمٍ نَاقَتُهُ، فَقَتَلَتْهُ، فَأُتِيَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فقال: اغْسِلُوهُ، وَكَفِّنُوهُ، وَلاَ تُغَطُّوا رَأْسَهُ، وَلاَ تُقَرِّبُوهُ طِيبًا، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يُهِلُّ۔

"ایک شخص کو اس کی اونٹنی نے کچل کر مار ڈالا تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، آپ نے فرمایا: اسے غسل دو اور کفن پہنا دو، لیکن اس کا سر نہ ڈھانپو، اور نہ ہی اسے کسی قسم کی خوشبو لگاؤ۔کیونکہ اسے تلبیہ پڑھتے ہوئے زندہ کیا جائے گا۔"[1]

احرام میں رہنے والے کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ جان بوجھ کر خوشبو سونگھے، اور نہ ہی یہ کہ وہ اپنی کافی میں زعفران ملائے، جس سے کافی کا ذائقہ یا بُو متاثر ہو، اور نہ ہی چائے میں عرقِ گلاب یا اس جیسی کوئی اور چیز ملانا جائز ہے جس کا ذائقہ یا بُو چائے میں ظاہر ہو۔

اس کے علاوہ صابن، شیمپو وغیرہ کا استعمال نہ کریں اگر اس میں سے کوئی خوشبو آتی ہو، یا پرفیومڈ ہینڈ سینیٹائزر، جن میں عود، یاسمین، یا مشک وغیرہ کی خوشبو ہو، اس کا استعمال بھی نہ کریں۔ لیکن اگر ان میں خاص طور پر پرفیوم کے طور پر استعمال کی جانے والی خوشبو نہ ہو اور اس کی جگہ صابن میں سے کسی اور خوشبودار چیز، مثلاً لیموں یا پودینہ وغیرہ کی بُو آتی ہو تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔

احرام کی حالت میں داخل ہونے سے پہلے جو خوشبو لگاتے ہیں، اگر اس کا اثر بعد میں بھی باقی رہ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ احرام کی حالت میں داخل ہونے کے بعد خوشبو لگانا منع ہے، نہ کہ وہ خوشبو جو احرام کی حالت میں داخل ہونے سے پہلے لگائی جائے اور جس کی خوشبو آتی رہے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيبِ، فِي مَفْرِقِ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میں احرام کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بالوں کی مانگ میں خوشبو کی جھلکیوں کو دیکھ رہی ہوں۔"[2]

4. عقدِ نکاح کرنا،جیسا کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ، وَلَا يُنْكَحُ، وَلَا يَخْطُبُ

   " جو احرام کی حالت میں ہو، وہ نہ نکاح کرے، نہ اس سے نکاح کیا جائے، نہ وہ رشتہ بھیجے۔[3]

لہٰذا حالت احرام میں کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی عورت سے نکاح کرے، نہ ولی یا ایجنٹ کے طور پر اس کے لیے عقد نکاح کرے، اور نہ ہی کسی عورت کو اس وقت تک نکاح کا پیغام بھیجے جب تک کہ وہ حالتِ احرام سے باہر نہ آجائے۔ اسی طرح جو عورت حالتِ احرام میں ہو، اس کا نکاح جائز نہیں۔ احرام کی حالت میں عقد نکاح فاسد و

---

[1] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 1839 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1206 اور 99۔

[2] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 271 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1190 اور 39۔

[3] اسے امام مسلم نے روایت کیا، حدیث نمبر 1409 اور 41۔

باطل ہے، کیونکہ حدیث میں ممانعت کا آنا اس کے حرام یا ناجائز ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور اس کا حرام ہونے سے یہ بات بھی لازم آتی ہے کہ نکاح فاسد بھی ہو گیا۔

5. شہوت سے بوسہ لینا، چھونا یا گلے لگانا وغیرہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ۔**

"حج کے مہینے سب کو معلوم ہیں۔ جو شخص ان مقررہ مہینوں میں حج کی نیّت کرے، اُسے خبردار رہنا چاہیے کہ حج کے دوران اس سے کوئی شہوانی فعل، کوئی بدعملی اور کوئی لڑائی جھگڑے کی بات سرزد نہ ہو۔"[1]

اوپر والی آیت میں مذکور شہوانی فعل سے مراد جنسی مباشرت ہے، بشمول اس کی طرف لے کر جانے والے افعال، مثلا بوسہ لینا، آنکھ مارنا اور شہوت سے کھیلنا۔

لہٰذا حالتِ احرام میں کسی شخص کے لیے اپنی بیوی کو بوسہ دینا، اسے چھونا یا شہوت کے ساتھ آنکھ مارنا جائز نہیں۔ اسے شہوت کی نگاہ سے دیکھنا بھی جائز نہیں کیونکہ وہ اس میں مباشرت کی طرح لطف اندوز ہوتا ہے۔

اس کی بیوی کے لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ خود حالت احرام میں ہوتے ہوئے اپنے خاوند کو ایسا کرنے میں سہولت دے۔

6. مباشرت، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ۔**

"حج کے مہینے سب کو معلوم ہیں۔ جو شخص ان مقررہ مہینوں میں حج کی نیّت کرے، اُسے خبردار رہنا چاہیے کہ حج کے دوران اس سے کوئی شہوانی فعل، کوئی بدعملی اور کوئی لڑائی جھگڑے کی بات سرزد نہ ہو۔"[2]

مذکورہ آیت میں جس شہوانی فعل کا ذکر کیا گیا ہے،اس سے مراد ہمبستری ہے۔

ہمبستری احرام کی حالت میں حج کو متاثر کرنے والی چیزوں میں سے سب سے سخت ممنوع چیز ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت: احرام کی حالت سے نکلنے سے پہلے ہمبستری کر لی جائے۔ اس عمل کے دو نتائج ہیں:

ا۔ اونٹ یا گائے کا فدیہ واجب ہو جائے گا۔ اور یہ بات اجماع صحابہ سے ثابت ہے۔ اس جانور کو قربان کیا جائے گا اور اور اسے ذبح کر کے غریبوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ اس میں سے خود کھانے کی اجازت نہیں ہے۔

[1] سورة البقرة، 197

[2] سورة البقرة، 197

ب۔ وہ حج جس میں جماع ہو، باطل ہو جاتا ہے، لیکن اس کا مکمل کرنا ضروری ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لله۔

"اللہ کے لیے حج اور عمرہ مکمل کرو"۔[1]

چونکہ یہ حج باطل ہو چکا، تو صحابہ اور علماء کا اجماع ہے کہ اگلے سال یا بغیر کسی تاخیر کے جلد از جلد جیسے ہی ممکن ہو پائے اس کی قضا کرنا واجب ہو گا، خواہ وہ نفلی حج یا عمرہ ہی کیوں نہ ہو۔

دوسری صورت: احرام کی حالت سے ابتدائی خروج کے بعد ہمبستری کی جائے، یعنی جمرۂ عقبہ پر کنکریاں مارنے، سر منڈوانے یا بال چھوٹے کروانے، اور طواف افاضہ کرنے میں سے دو اعمال کرنے کے بعد۔ اس صورت میں حج صحیح ہے، لیکن دم پھر بھی واجب ہو گا، جس کی صورت یہ ہو گی کہ ایک بکری یا بھیڑ کی قربانی کی جائے، اسے ذبح کر کے اس کا گوشت مساکین میں بانٹا جائے۔ اس میں سے خود کھانے کی اجازت نہیں ہے۔

ایسی صورت میں ہمبستری باقی عبادات کو خراب نہیں کرے گی۔

7. شکار: اس سے مراد کسی ایسے خشکی پر رہنے والے جنگلی جانور کا شکار کرنا ہے جس کا گوشت کھانا جائز ہو اور جو فطری طور پر پالا نہ جاتا ہو، مثلا ہرن، خرگوش اور کبوتر و غیرہ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: أُحِلَّتْ لَكُم بَهِيمَةُ ٱلْأَنْعَٰمِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّى ٱلصَّيْدِ وَأَنتُمْ حُرُمٌ۔

"تمہارے لیے مویشی کی قسم کے سب جانور حلال کیے گئے، سوائے اُن کے جو آگے چل کر تم کو بتائے جائیں گے۔ لیکن احرام کی حالت میں شکار کو اپنے لیے حلال نہ کر لو۔"[2]

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ۔

"اے ایمان والو! احرام کی حالت میں شکار کو قتل نہ کرو۔"[3]

احرام کی حالت میں یا حدودِ حرم میں ہوتے ہوئےخواہ آپ احرام کی حالت میں نہ بھی ہوں، کسی ایسے حلال جنگلی جانور کا شکار کرنا جو فطری طور پر پالتو نہ ہو، منع ہے۔اسے براہ راست مارنا، اس کے قتل کا سبب بننا، یا اس کی طرف رہنمائی یا اشارہ کرنا، شکاری کو ہتھیار دینا یا جانور کا تعاقب کرنا، سب شامل ہیں ۔

[1] سورة البقرة، 196
[2] سورة المائدة، 1
[3] سورة المائدة، 95

ہاں البتہ، سمندر سے مچھلی پکڑنا ، وہ احرام کی حالت میں جائز ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا: أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ ٱلْبَحْرِ وَطَعَامُهُۥ مَتَٰعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ ٱلْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًاۗ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ ٱلَّذِيٓ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ۔

"تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا،جہاں تم ٹھیرو وہاں بھی اُسے کھا سکتے ہو اور قافلے کے لیے زادِ راہ بھی بنا سکتے ہو۔ البتّہ خشکی کا شکار جب تک تم اِحرام کی حالت میں ہو، تم پر حرام کیا گیا ہے۔" [1]

اگر آپ احرام کی حالت میں جان بوجھ کر شکار کو مار ڈالیں تو اس گناہ سے توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کو اس کا کفارہ بھی ادا کرنا ہو گا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ ذَلِكَ صِيَامًا لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ عَفَا اللہ عَمَّا سَلَفَ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللہ مِنْهُ وَاللہ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ۔

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو ! اِحرام کی حالت میں شکار نہ مارو، اور اگر تم میں سے کوئی جان بوجھ کر ایسا کر گزرے تو جو جانور اس نے مارا ہو اُسی کے ہم پلّہ ایک جانور اُسے مویشیوں میں سے نذر دینا ہوگا جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے، اور یہ نذرانہ کعبہ پہنچایا جائے گا، یا نہیں تو اس گناہ کے کفارہ میں چند مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا، یا اس کے بقدر روزے رکھنے ہوں گے، تاکہ وہ اپنے کیے کا مزہ چکھے۔ پہلے جو کچھ ہو چکا اُسے اللہ نے معاف کردیا، لیکن اب اگر کسی نے اس حرکت کا اعادہ کیا تو اس سے اللہ بدلہ لے گا، اللہ سب پر غالب ہے اور بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہے۔" [2]

کبوتر کو مارنے کا فدیہ: اس کے برابر کا فدیہ ایک بھیڑ ہے، جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر اہلِ علم کا فتوی ہے۔[3] کبوتر کے فدیہ کو ادا کرنے میں بھیڑ کو ذبح کرنے اور غریبوں میں تقسیم کرنے یا بھیڑ کی قیمت کا تعین کر کے اس کے برابر کی قیمت کا کھانا ضرورت مندوں کو کھلانے کے درمیان اختیار ہے۔ کھانا کھلانے کی صورت میں ہر مسکین کو آدھا صاع دیا جائے (ایک صاع 2173 گرام کے برابر ہے)۔ اس کے علاوہ ایک اور صورت یہ ہے کہ ہر مسکین کو کھانا کھلانے کی جگہ ایک دن کا روزہ رکھ لیا جائے۔

حرم کے سر سبز درخت جو کسی انسان نے نہیں لگائے، انہیں کاٹنے کے حوالے سے احکام، حالتِ احرام سے متعلق نہیں ہیں، بلکہ اس کا تعلق حدودِ حرم کے اندر یا باہر ہونے سے ہے۔ ان درختوں کا کاٹنا حرم کی حدود میں رہنے والے تمام

---

[1] سورة المائدة،96

[2] سورة المائدة،95

[3] اسے عبد الرزاق نے المصنف میں روایت کیا ہے۔ (4/414)

افراد کے لیے حرام ہے، خواہ وہ احرام کی حالت میں ہوں یا نہ ہوں۔ اس بنیاد پر پر عرفات میں درخت کاٹنا جائز ہے، خواہ آپ حالتِ احرام میں ہوں یا نہ ہوں، لیکن مزدلفہ اور منیٰ میں منع ہے۔ کیونکہ عرفات حرم کی حدود سے باہر ہے، جبکہ مزدلفہ اور منیٰ حرم کی حدود میں ہیں۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے حرم کی حدود میں شکار کرنا ناجائز ہے، خواہ آپ حالتِ احرام میں ہوں یا نہ ہوں۔

مندرجہ بالا سات چیزیں حالتِ احرام میں مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے منع ہیں۔

مُحرِم (وہ شخص جو احرام کی حالت میں ہو) اور غیر مُحرِم دونوں کے لیے حرم کی حدود میں گم شدہ گری ہوئی چیز کو اٹھانا جائز نہیں، سوائے اس شخص کے جو ایک سال تک اس کا اعلانِ عام کرے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا:

إِنَّ هَذَا البَلَدَ حَرَّمَهُ اللهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضَ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللهِ إِلَى يَومِ القِيَامَةِ، وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ القِتَالُ فِيهِ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَلَمْ يَحِلَّ لِي إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللهِ إِلَى يَوْمِ القِيَامَةِ، لاَ يُعْضَدُ شَوْكُهُ، وَلاَ يُنَفَّرُ صَيْدُهُ، وَلاَ يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا، وَلاَ يُخْتَلَى خَلاَهُ،فَقَالَ العَبَّاسُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِلَّا الإِذْخِرَ فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوتِهِمْ، قَالَ: إِلَّا الإِذْخِرَ .

"اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو اس دن سے حرم بنایا ہے جب سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، پس یہ اللہ کے حکم سے قیامت تک حرم ہے، مجھ سے پہلے کسی کے لیے اس میں جنگ جائز نہیں تھی،اور اسے میرے ہے بھی صرف دن کی ایک گھڑی کے لیے جائز قرار دیا گیا تھا۔ پس یہ (یعنی مکہ) اللہ کے حکم سے قیامت تک حرم ہے، اس کی کانٹے دار جھاڑیاں نہ کاٹی جائیں، اس میں شکار نہ کیا جائے، اس کا گرا ہوا مال (یعنی گم شدہ) نہ اٹھایا جائے، سوائے اس شخص کے جو اس کا اعلان کرے، اور اس کی گھاس نہ اکھیڑی جائے۔" یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ! سوائے اِذخِر (مکہ میں اگنے والا ایک پودا) کے، کیونکہ اسے سنار اور لوگ اپنے گھروں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوائے اذخر کے۔[1]

اگر حرم میں کسی کو کسی اور کی کھوئی ہوئی چیز مل جائے تو وہ اس کے مالک کو تلاش کر کے اس کے حوالے کر دے، یا اسے حرم میں گمشدہ چیزوں کے مخصوص ادارے کے حوالے کر دے۔

دوسری قسم: وہ چیز جو حالتِ احرام میں صرف مردوں پر حرام ہے

صرف دو چیزیں ہیں جو مردوں پر خاص طور پر حرام، اور عورتوں پر نہیں۔یہ چیزیں درج ذیل:

1. سر ڈھانپنا: اس حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا يَلْبَسُ المُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لاَ يَلْبَسُ القُمُصَ، وَلاَ

[1] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 3189 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1353 اور 445۔

العَمَائِمَ، وَلاَ السَّرَاوِيلاَتِ، وَلاَ البَرَانِسَ...

ایک آدمی نے پوچھا، یا رسول اللہ! مُحرِم کو کیسا لباس پہننا چاہیے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"مُحرِم قمیص، پگڑی، شلوار یا اوڑھنے والی چادر نہ پہنے۔"[1]

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نےمُحرِم کو پگڑی اور سر پر اوڑھنے والی چادر پہننے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

وَقَصَتْ بِرَجُلٍ مُحْرِمٍ نَاقَتُهُ، فَقَتَلَتْهُ، فَأُتِيَ بِهِ رَسُولُ الله ﷺ فقال: اغْسِلُوهُ، وَكَفِّنُوهُ، وَلاَ تُغَطُّوا رَأْسَهُ، وَلاَ تُقَرِّبُوهُ طِيبًا، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يُهِلُّ۔

"ایک شخص کو اس کی اونٹنی نے کچل کر مار ڈالا، اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا ، آپ نے فرمایا: اسے غسل دو اور کفن پہناو،لیکن اس کا سر نہ ڈھانپو، اور خوشبو کو اس کے قریب نہ لاؤ، کیونکہ یہ تلبیہ پڑھتے ہوئے زندہ کیا جائے گا ۔"[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کے مُحرِم ہونے کی وجہ سے اس کا سر ڈھانپنے سے منع فرمایا۔

لہٰذا مرد کے لیے اپنے سر کو ایسی چیزوں سے ڈھانپنا جائز نہیں ہے جو اس سے چپکی ہوں جیسے کہ پگڑی، رومال، یا ٹوپی وغیرہ۔

خیمہ، چھتری، گاڑی کی چھت وغیرہ جیسی چیزیں جو کہ سر سے چپکتی نہیں ہیں، ان سے سر ڈھانپنے کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں ہے:

أن النبي ﷺ: أَمَرَ بِقُبَّةٍ مِنْ شَعَرٍ تُضْرَبُ لَهُ بِنَمِرَةَ، فَسَارَ رَسُولُ الله ﷺ وَلَا تَشُكُّ قُرَيْشٌ إِلَّا أَنَّهُ وَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ، كَمَا كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصْنَعُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَأَجَازَ رَسُولُ الله ﷺ حَتَّى أَتَى عَرَفَةَ، فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهُ بِنَمِرَةَ، فَنَزَلَ بِهَا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ آپ کے لیے نمرہ (عرفات کے اندر ایک جگہ) پر بالوں کا خیمہ لگایا جائے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے اور قریش کو اس بات میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ مشعرِ حرام (مزدلفہ) پر ٹھہریں گے جیسا کہ قریش قبل از اسلام کیا کرتے تھے۔ لیکن آپ ﷺ نہ رکے، یہاں تک کہ عرفات پہنچ گئے اور دیکھا کہ نمرہ میں آپ ﷺ کے لیے خیمہ لگایا گیا ہے۔ آپ ﷺنے وہاں قیام کیا۔[3]

اسی طرح اُم الحصین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

حَجَجْتُ مَعَ رَسُولِ الله ﷺ حَجَّةَ الْوَدَاعِ، فَرَأَيْتُ أُسَامَةَ وَبِلَالًا، وَأَحَدُهُمَا آخِذٌ بِخِطَامِ نَاقَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَالْآخَرُ رَافِعٌ ثَوْبَهُ يَسْتُرُهُ مِنَ الْحَرِّ، حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ.

"میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا اور اسامہ اور بلال رضی اللہ عنہما کو دیکھا، جن میں سے ایک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی لگام پکڑی ہوئی تھی اور دوسرے نے اپنا کپڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے سر کے اوپر اٹھایا ہوا تھا تاکہ ان کو گرمی سے بچا سکیں، یہاں تک

[1] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 1543 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1177۔

[2] امام بخاری نے حدیث نمبر 1839 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1206 اور 99 روایت کی ہے۔

[3] اسے امام مسلم نے روایت کیا، حدیث نمبر 1218 اور 147۔

که آپ ﷺ نے جمرۂ عقبہ پر کنکریاں مار لیں۔[1]

اگر کوئی شخص اپنا سامان اپنے سر پر رکھے تو ٹھیک ہو گا، چاہے کچھ سر ڈھک جائے، کیونکہ عام طور پرسامان کا سر پر اٹھانے سے سر ڈھانپنا مقصود نہیں ہوتا۔ اسی طرح پانی میں غوطہ کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں، چاہے آپ کا سر پانی سے ڈھکا ہوا ہو۔

2. سلے ہوئے کپڑے پہننا، وہ لباس جو جسم اور اس کے اعضاء کے مطابق سل کر تیار ہوا ہو، چاہے وہ قمیص کی طرح پورے جسم کو ڈھانپے، یا موزوں کی طرح جسم کا کچھ حصہ، اس کا پہننا منع ہے۔ یہی معاملہ ہاتھوں کے دستانوں کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے پوچھا، یا رسول اللہ! مُحرِم کو کیسا لباس پہننا چاہیے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "مُحرِم کو قمیص، پگڑی، شلوار، سر ڈھکنے والی چادر یا خُف (موٹے کپڑے یا چمڑے سے بنی ہوئی جرابیں) نہیں پہننی چاہئیں۔ لیکن اگر چپل میسر نہ ہو تو جب تک اسے چپل نہ ملے،اس صورت میں وہ خف پہن لے اور ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ لے۔ اس کے علاوہ، وہ لباس نہ پہنے جس میں زعفران یا ورس (رنگ دینے والا ایک پودا) کی خوشبو لگائی ہوئی ہو۔"[2]

اگر آپ کو ازار (کمر کے گرد باندھنے والی چادر) نہ ملے، نہ آپ کے پاس اسے خریدنے کے پیسے ہوں، تو آپ شلوار پہن سکتے ہیں۔ اسی طرح، اگر آپ کو چپل نہ ملے، نہ ہی آپ کے پاس خریدنے کے لیے پیسے ہوں، تو آپ خُف (موٹے کپڑے یا چمڑے سے بنے موزے) پہن سکتے ہیں۔ آپ کو ان کو کاٹنے کی ضرورت نہیں ہے، اور ایسا کرنے سے آپ پر کوئی کفارہ واجب نہیں ہو گا،جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں خطبہ دیا اور فرمایا کہ جس کو ازار نہ مل سکے وہ شلوار پہن سکتا ہے اور جسے چپل نہ مل سکے وہ خُف پہن سکتا ہے۔[3]

مذکورہ بالا حدیث عرفات میں کہی گئی تھی اس لیے اس سے خُف کے ٹخنوں سے نیچے والے حصے کو کاٹنے کے حکم کو منسوخ کر دیا گیا ہے۔

قمیص کو صحیح طریقے سے پہنے بغیر اپنے جسم کے گرد لپیٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عبایہ (اوپر اوڑھنے والی چادر) کو لباس کے طور پر استعمال کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ آپ اسے معمول کے مطابق پہننے سے گریز کریں، یعنی اسے اپنے کندھوں پر نہ لگائیں۔

نچلی چادر یا ازار پر پیٹی یا بیلٹ وغیرہ باندھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

اگر آپ انگوٹھی، کلائی پر گھڑی، آنکھوں کا چشمہ، آلۂ سماعت یا ائر فون پہنتے ہیں اور گلے میں مشکیزہ یا پرس لٹکا دیتے ہیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

بوقتِ ضرورت اپنے لباس کو گرہ لگانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اگر اس کے گرنے کا خوف ہو۔

مُحرِم کے لیے ہر وہ لباس پہننا جائز ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت دی ہے، یعنی ہر وہ لباس جس کا ذکر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث میں نہیں آیا اور نہ ہی اس کے معنی کے تحت شامل ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کے جواب میں وہ چیزیں بتا دیں جن کے پہننے کی اجازت نہیں ہے، تو

---

[1] اسے امام مسلم نے روایت کیا، حدیث نمبر 1298 اور 312۔

[2] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 1543 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1177۔

[3] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 1843 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1178۔

یہ اپنے آپ میں اس بات کی دلیل ہے کہ ان چیزوں کے علاوہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کی ہیں، یا جو ان کے معنی کے تحت شامل ہیں، باقی چیزیں مُحرِم کے لیے پہننا جائز ہیں۔

تیسری قسم: وہ چیزیں جو صرف عورتوں کے لیے حرام ہیں، مردوں کے لیے نہیں:

احرام باندھنے والی عورت کو نقاب (چہرے کو ڈھانپنے والا کپڑا)، برقعہ (ایک اوپر پہننے والی چادر جس سے چہرے سمیت پورے جسم کو ڈھانپ لیا جاتا ہے) اور دستانے پہننے سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "احرام والی عورت نہ چہرے کا پردہ کرے اور نہ دستانے پہنے۔"[1] ایک اور روایت میں اسے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنا قول کہا گیا ہے جو کہ زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

اگر غیر مَحرَم مرد احرام والی عورت کے قریب سے گزرتے ہیں اور اسے اپنا چہرہ ڈھانپنے کی ضرورت ہوتی ہے، تو وہ اپنے سر کے اوپر سے کپڑے کو اپنے چہرے پر نیچے کر سکتی ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: "جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حالتِ احرام میں ہوتے تو سوار ہمارے پاس سے گزرتے۔ جب وہ ہمارے پاس آتے تو ہم اپنی چادر اپنے سر سے اپنے چہرے پر اتار دیتیں اور جب وہ گزر جاتے تو ہم اپنے چہرے سے چادر ہٹا لیتیں۔"[2]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی روایت ہے، کہ انہوں نے فرمایا: "احرام والی عورت جو چاہے پہن سکتی ہے سوائے اس کپڑے کے جسے ورس (ایک رنگنے والا پودا) یا زعفران کا عطر لگایا ہوا ہو۔ وہ اپنا چہرہ نہیں ڈھانپ سکتی، لیکن اگر وہ چاہے تو اپنے چہرے پر کپڑا لٹکا سکتی ہے۔"[3]

فاطمہ بنت المنذر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: "ہم احرام کی حالت میں اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا کرتے تھے، جبکہ ہم اسماء بنت ابو بکر صدیق کی صحبت میں تھے۔"[4]

عورتوں کو چاہئیے کہ وہ حالتِ احرام میں غیر محرم مردوں کی موجودگی میں اپنے سر اور بالوں کو ڈھانپیں اور بغیر نقاب کے چہرے کو بھی ڈھانپیں۔ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ عورتوں کے لیے موزے اور خف پہننا جائز ہے۔ اس کے علاوہ جو بھی لباس وہ پسند کریں، بس اس چیز کا خیال رکھا جائےکہ وہ اپنے آپ کو زینت کے ساتھ ظاہر نہ کریں۔

مردوں اور عورتوں کے لیے احرام کے کپڑے بدلنا اور دھونا اور غسل کرتے وقت ان کو اتارنا جائز ہے۔

---

[1] اسے امام بخاری نے حدیث نمبر 1838 اور امام مالک نے اپنے موطا میں روایت کیا ہے۔ جلد 1، ، صفحہ 328. مزید دیکھیں: العلل از الدار قطنی، جلد 13، ص۔ 42.

[2] امام احمد نے اپنی مسند، حدیث نمبر 24021 میں روایت کی ہے۔ اسے امام ابو داؤد نے بھی حدیث نمبر 1833 کے تحت روایت کیا ہے، لیکن ان کی سند میں یزید بن ابی زیاد الہاشمی الکوفی ہے جو کہ ضعیف راوی ہے۔ بہرحال اس کے بعد آنے والی حدیث سے اسے تقویت مل سکتی ہے۔

[3] اسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں تعلیقا روایت کیا ہے۔جلد2،صفحہ 137.۔ اسے امام بیہقی نے السنن الکبریٰ میں سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔جلد 5،ص۔ 47. شیخ البانی ارواء الغلیل، جلد 4، صفحہ 212 میں کہتے ہیں۔ بیہقی نے اس حدیث کو صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

[4] امام مالک نے اپنی موطا میں روایت کی ہے۔جلد 1،صفحہ 328۔ شیخ البانی ارواء الغلیل، جلد 4، ص۔ 212: یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔

باب 8: احرام کی ممانعتوں کے ارتکاب کی صورت میں فدیہ

فدیہ کے حوالے سے ممنوعہ افعال کی اقسام:

احرام کے ممنوعہ افعال کو چار قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے:

پہلی قسم: وہ ممنوعہ افعال جن کا فدیہ نہ ہو اور وہ ہے عقدِ نکاح۔

دوسری قسم: **وہ** ممنوعہ افعال جن کا فدیہ ایک اونٹ کی قربانی ہے، اور وہ ہے حج کے دوران اور حالتِ احرام سے نکلنے سے پہلے ہم بستری کرنا۔

تیسری قسم: وہ ممنوعہ افعال جن کا فدیہ ان کے برابر یا ان کی جگہ لینے والی چیز سے ادا کیا جاتا ہے۔اس زمرہ میں شکار آتا ہے۔

چوتھی قسم: وہ ممنوعہ افعال جن کا فدیہ روزے، خیرات، یا عبادات کے ذریعے ادا ہوتا ہے۔

اس کی دلیل سر منڈوانے کے فدیہ کے حکم میں ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ۔**

"اور اپنے سر نہ منڈواؤ جب تک کہ قربانی کے جانور اپنی منزل پر نہ پہنچ جائیں۔ لیکن اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا اسے سر کی کوئی بیماری ہو جس کے لیے سر منڈوانا ضروری ہو تو روزہ، صدقہ یا قربانی کے ذریعے اس کی تلافی کرے۔"[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزوں کی تعداد اور صدقہ کی مقدار بیان فرمائی اور آپ ﷺ نے قربانی کا جانور ایک بھیڑ متعین کیا۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "شاید تمہاری جوؤں نے تمہیں تکلیف دے رکھی ہے؟" کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سر منڈواؤ، پھر تین دن کے روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ یا ایک بکری ذبح کرو۔"[2]

فدیہ ادا کرنے کے لیے قربانی کا بکرا قربانی کی عمر تک پہنچ چکا ہو اور وہ ایسے عیب سے پاک ہو جو اس کی قربانی کے صحیح ہونے میں مانع ہو سکتا ہے ۔

---

[1] سورة البقرة، 196

[2] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 1814، اور امام مسلم، حدیث نمبر 1201۔ حدیث کا لفظ امام بخاری کا ہے۔

علمائے کرام نے اس قسم کے فدیه کو فِدِیةُ الاَذَیٰ کہا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے اصطلاح اخذ کرتے ہوئے: **أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ۔**

"یا اسے سر میں کوئی اذی (تکلیف) ہو ۔" [1]

علمائے کرام نے سر منڈوانے کے ساتھ احرام کی باقی ممانعتیں بھی اسی فدیه کے حکم میں شامل کی ہیں، سوائے مذکورہ بالا تین اقسام کے۔

ممنوعه افعال کے ارتکاب کی تین صورتیں ہیں:

اگر احرام میں حاجی سابقه ممنوعات میں سے کوئی کام کرے مثلاً سر منڈوانا، خوشبو لگانا ، ہمبستری کرنا، شکار کا کرنا وغیرہ، تو اس کی تین صورتیں ہیں:

پہلی صورت: یه که مُحرِم نے بھول کے، نه جانتے ہوئے، زبردستی کے تحت یا نیند کی حالت میں کوئی بھی، احرام کی حالت میں ممنوعه فعل کا ارتکاب کیا ہو۔ ان صورتوں میں اس پر کوئی الزام، گناہ یا فدیه نہیں ہے اور اس کے مناسک درست ہونگے۔ اس کی دلیل وہ عام دلائل ہیں جو اس جیسے حالات کو عذر کے طور پر قبول کرنے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے فرمایا: رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا۔

"اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر جائیں تو ہمیں سزا نه دینا۔" [2]

ایک حدیث قدسی میں آتا ہے که اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا: "میں نے ایسا کر دیا۔" [3]

اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں: **وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَكِنْ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ۔**

"جو کچھ تم غلطی سے کرتے ہو اس کی وجه سےتم پر کوئی گناہ نہیں ہے ، لیکن جو تم جان بوجھ کر کرتے ہو، اس کی وجه سے تم پر گناہ ہے۔" [4]

شکار کی حرمت سے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ۔**

"اور جو شخص جان بوجھ کر شکار کو قتل کرے، اسے اس کے برابر کا مویشی بطور فدیه قربان کرنا ہوگا۔"[5]

اللہ تعالیٰ نے شکار کرنے کی سزا صرف اس صورت میں رکھی ہے اگر جان بوجھ کر شکار کیا ہو۔کسی بھی ممنوعه فعل کا جان بوجھ کر کرنا ہماری شریعت میں سزا، کفارہ یا فدیه کے واجب ہونے کے لیے ضروری ہے، لہٰذا فدیه کا حکم بھی اسی

---

[1] سورة البقرة، آیت 196

[2] سورة البقرة، آیت 286

[3] امام مسلم نے، حدیث نمبر 126، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

[4] سورة الاحزاب، آیت 5

[5] سورة المائدة، آیت 95۔

شرط پر واجب ہوگا جب شکار کو جان بوجھ کر قتل کیا ہو۔مفہومِ مخالف سے یہ بات اخذ کی جا سکتی ہے کہ اگر جان بوجھ کر نہ کیا ہو تو اس پر کوئی فدیہ یا گناہ نہیں ہے۔

تنبیہ: یہ بات واضح رہے کہ جب مُحرِم سے عذر اٹھ جائے، یعنی جاہل کو معلوم ہو جائے، بھولے ہوئے کو یاد دلا دیا جائے، سویا ہوا بیدار ہو جائے، یا مجبور اب مجبور نہ رہے تو لازم ہے کہ وہ اُس ممنوعہ فعل کو فوری طور پر ترک کر دے جسے وہ اپنے عذر کی وجہ سے نہیں چھوڑ پا رہا تھا۔

اگر وہ بغیر کسی عذر کے اس ممنوعہ چیز کے ارتکاب میں مشغول رہتا ہے تو اسے فدیہ ادا کرنا ہوگا، اور اس کے علاوہ وہ گناہ اور نافرمانی کا مرتکب ہو رہا ہوگا، اس لیے اسے چاہیے کہ فدیہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ وہ صدقِ دل سے توبہ بھی کرے ۔

مثلاً اگر مُحرِم گہری نیند میں اپنا سر ڈھانپ لے تو جب تک وہ سو رہا ہے اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اگر وہ بیدار ہو جائے تو اس پر فوراً سر ننگا کرنا واجب ہے۔ اگر وہ یہ جانتے ہوئے بھی سر کو ڈھانپے رکھتا ہے کہ اس کا سر ننگا کرنا واجب ہے تو وہ گناہ اور نافرمانی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اس صورت میں اسے مذکورہ فدیہ ادا کرنا ہوگا۔

دوسری صورت: اگر وہ جان بوجھ کر ممنوع کام کرے لیکن کسی جائز عذر کی وجہ سے جو اسے مباح کرتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور وہ صرف فدیہ ادا کرے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ۔

"اور اپنے سر نہ منڈواؤ جب تک کہ قربانی کا جانور اپنی منزل پر نہ پہنچ جائے۔ لیکن اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا اسے سر کی کوئی تکلیف ہو (جس کی وجہ سے اسے پہلے منڈوانے کی ضرورت پڑے) تو روزہ، صدقہ یا قربانی کے ذریعے اس کا فدیہ ادا کرے۔"[1]

معذور (جس کے پاس کوئی شرعی عذر ہو) کے لیے اس کے جائز ہونے کی دلیل کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے۔ جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جایا گیا، ان کے چہرے پر جوئیں بکھری ہوئی تھیں۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تمہاری تکلیف اس حد تک پہنچ گئی ہوگی۔ کیا تمہارے لیے بھیڑ کو ذبح کرنا ممکن ہوگا (اپنے سر منڈوانے کے بدلے میں)؟ کعب رضی اللہ عنہ نے کہا "نہیں"۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پھر تین دن کے روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو آدھا آدھا صاع کھانا کھلاؤ اور اپنا سر منڈواؤ۔"[2]

---

[1] سورة البقرة، 196

[2] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 4517 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1201 اور 85۔

تیسری صورت: اگر مُحرِم مباشرت یا نکاح کے علاوہ کسی ممنوع فعل کا ارتکاب جان بوجھ کر اور بغیر کسی شرعی عذر کے کرتا ہے تو اسے فدیہ ادا کرنا ہوگا، کیونکہ اس نے گناہ کیا اور نافرمانی کی۔ اسے جلد از جلد سچے دل سے توبہ کرنی ہوگی اور فدیہ ادا کرنا ہوگا۔

باب9 : عمرہ کا بیان

عمرہ کے ارکان:

لغوی طور پر رکن کے معنی ستون کے ہیں، یعنی کسی چیز کا سب سے مضبوط حصہ۔[1]

اسلامی اصطلاح میں رکن ایک ایسی چیز کو کہتے ہیں جسسے کوئی دوسری چیز مکمل ہوتی ہو اور اس کا حصہ بھی ہو۔[2]

حج اور عمرہ کے ضمن میں اس کا مطلب ہے: جو کچھ بھی اللہ تعالی نے حج یا عمرہ کو ادا کرنے کے لیے قطعی طور پر واجب کیا ہو اور اس کا کوئی متبادل نہ ہو۔

عمرہ کے ارکان تین ہیں:

پہلا رکن: احرام۔

دوسرا رکن: کعبہ کا طواف کرنا۔

تیسرا رکن: صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

عمرہ کے واجبات:

عربی زبان میں واجب کی اصل "وَجَبَ" اور مصدر "وُجُوب" ہے، جس کا مطلب ہے کسی چیز کو لازم کرنا۔[3]

اسلامی اصطلاح میں واجب سے مراد ہے: کوئی ایسی چیز جسے جان بوجھ کر چھوڑ دینے پر مذمت کی گئی ہو [4]۔ واجب کی تعریف ایسی چیز کے طور پر بھی کی گئی ہے جس کے کرنے والے کو اس کے کرنے کا اجر ملے اور جو اسے ترک کر دے وہ سزا کا مستحق ہو۔

عمرہ کے دو واجبات ہیں:

پہلا واجب: میقات سے احرام باندھنا ۔

دوسرا واجب: سر منڈوانا یا بال چھوٹے کرنا۔

اس کی مزید تفصیل درج ذیل ہے۔

---

[1] لسان العرب، جلد 13، ص۔ 185.

[2] الحدود العنیقه و التعریفات الدقیقة، ص: 71.

[3] لسان العرب، جلد 1، ص۔ 793.

[4] التحبیر، شرح التحریر، جلد 2، ص۔ 820، اور البحر المحیط فی اصول الفقه، جلد 1، ص۔ 234.

"احرام" مناسکِ عمرہ میں داخل ہونے کی نیت کا نام ہے۔ نیت دل سے کی جاتی ہے، اس لیے یہ جملہ کہنا جائز نہیں، "اے اللہ میں عمرہ کرنے کی نیت رکھتا ہوں"،یا اس سے ملتے جلتے الفاظ کہنا،کیونکہ یہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نہ ہی آپ کے صحابہ کرام سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی نیت کے اظہار کے لیے کوئی لفظ کہا ہو، خواہ وہ عمرہ ہو، حج ہو، نماز، زکوٰۃ یا دیگر عبادات ہوں۔ دنیا کے معاملات میں بھی کوئی عاقل آدمی ایسا نہیں ہے جو کہے، "میں نے پانی پینے کا ارادہ کیا،" اور پھر اس کے بعد پیے۔ کیونکہ پانی منہ تک اٹھاتے وقت اس کو پینے کے علاوہ اور کوئی نیت نہیں ہوا کرتی۔ عبادات میں بھی یہی معاملہ ہے، لہٰذا آدمی میقات پر آکر احرام کا لباس صرف اسی نیت سے پہنتا ہے کہ عمرہ یا حج کرے۔ اسی طرح نماز میں وضو کر کے تکبیرِ تحریمہ کہہ کر کھڑے ہو جانے میں سوائے نماز ادا کرنے کے اور کوئی نیت نہیں ہوا کرتی ۔

عمرہ یا حج کے سنن جو کہ احرام باندھنے والے کو پورے کرنے چاہئیں، درج ذیل ہیں:

1- غسل کرنا: غسل کرنا سننِ احرام میں شامل ہے۔ یہ غسل بالکل غسلِ جنابت کی طرح کیا جائے گا اور یہ مرد اور عورت دونوں کے لیے ہے، حتیٰ کہ حیض یا نفاس کی حالت میں عورت کے لیے بھی۔ اس کی دلیل حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اس طویل حدیث سے ملتی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کا بیان ہے۔ حضرت جابر کہتے ہیں: جب ہم ذوالحلیفہ پہنچے تو اسماء بنت عُمَیس رضی اللہ عنہا نے محمد بن ابی بکر کو جنم دیا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا (آپ سے پوچھا کہ وہ اب کیا کریں) ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "غسل کرو، شرمگاہ پر پٹی باندھو اور احرام کی نیت کرو۔"[1]
2- خوشبو لگانا: مردوں کو چاہیے کہ وہ بہترین عطر، مشک کے تیل، عود یا کوئی اور چیز جو اسے میسر ہو، اپنے سر اور داڑھی پر لگائے۔ اگر احرام باندھنے کے بعد خوشبو کا اثر باقی رہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آتا ہے کہ انہوں نے کہا: میرے پاس جو بہترین خوشبو ہوتی، وہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لگاتی تھی، یہاں تک کہ میں آپ ﷺ کے سر اور داڑھی پر خوشبو کی چمک دیکھتی۔[2]

غسل کرنے اور خوشبو لگانے کے بعد احرام کا لباس پہن لیا جائے، جو کہ مردوں کے لیے ازار (جسم کے نچلے حصے پر لپیٹنے والی چادر) اور (جسم کے اوپر والے حصے پر لپیٹنے والی) چادر ہے۔ عورتیں جو چاہیں پہن سکتی ہیں، ہاں بس اپنے آپ کو زینت کے ساتھ ظاہر نہ کریں، چہرے کو ڈھانپنے کے لیے نقاب نہ پہنیں اور نہ ہی دستانے پہنیں، جیسا کہ احرام کی ممانعتوں میں پہلے ذکر آچکا ہے۔ خواتین، غیر محرموں کے سامنے چادر سے چہرے کو ڈھانپ سکتی ہے۔

مزید یہ کہ اگر فرض نماز کا وقت ہو جائے، تو ہر مُحرِم جو حیض یا نفاس کی حالت میں نہ ہو، فرض نماز پڑھے ۔ اگر فرض نماز کا وقت نہ ہو تو دو رکعت سنتِ احرام پڑھے۔ اگر وہ دو رکعتیں پڑھے تو اسے اس کا ثواب ملے گا لیکن اگر وہ چھوٹ جائیں تو کوئی گناہ نہیں اور اس کا احرام ان شاء اللہ درست ہو گا۔[3]

---

[1] اسے امام مسلم نے روایت کیا، حدیث نمبر 1218۔

[2] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 5923 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1188۔

[3] ابن جماعہ نے کہا: اہل علم کا اجماع ہے کہ محرم کے لیے احرام کی سنت کی نیت سے دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے۔ دیکھئے ہدایت السالک، جلد 2، ص۔ 625.

جب مُحرِم نماز سے فارغ ہو کر اپنی گاڑی میں سوار ہوتا ہے تو دل میں احرام کی حالت میں داخل ہونے کا ارادہ کرے اور کہے: لبيك عمرةً، یعنی میں عمرہ کرنے کے لیے یہاں حاضر ہوں۔اس کی دلیل عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے ملتی ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحلیفہ کی مسجد سے اپنا پاؤں رکاب میں رکھتے اور اونٹنی آپ کو لے کر اٹھتی تو آپ تلبیہ پڑھنے لگتے ۔[1]

تلبیہ کثرت سے پڑھیں کیونکہ یہ تلبیہ اللہ کی وحدانیت کی نشاندہی کرتا ہے۔ مزید یہ کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سکھلایا ہوا تلبیہ ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تلبیہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے توحید کا تلبیہ یہ کہہ کر پڑھا:

لَبَّيْكَ اللهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ

میں حاضر ہوں تیری خدمت میں، اے اللہ، میں حاضر ہوں تیری خدمت میں۔ میں حاضر ہوں تیری خدمت میں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں تیری خدمت میں۔ بے شک حمد و ثناء اور تمام نعمتیں تیری ہی ہیں، اور بادشاہی بھی تیری ہی ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔" لوگ تلبیہ اپنے اپنے طریقوں پر پڑھتے رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تلبیہ پر اعتراض نہیں کیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تلبیہ سے انحراف نہیں کیا۔[2] اگر کوئی اپنے تلبیہ میں یہ کہہ کر اضافہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔

لَبَّيْكَ اللهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ، لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالعمل.

"میں تیری پکار پر لبیک کہتا ہوں اور تیرے حکم کا پابند ہوں، تمام بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔ میں تیری پکار پر لبیک کہتا ہوں اور تمام آرزوئیں اور عمل تیرے لیے ہی ہیں۔"

یہ اضافہ عمر بن خطاب اور ان کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔[3]

تلبیہ پڑھنا عمرہ اور حج کرنے والے کا پہلا عمل ہے۔ یہ عمرہ اور حج کا شعار ہے۔ تلبیہ سب سے عظیم، بڑی اور اہم چیز کی طرف اشارہ ہے،یعنی اللہ تعالی کی وحدانیت، عبادت کا خالصتاً اسی کے لیے کرنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔اس میں دورِ جاہلیت کے لوگوں اور شرک کرنے والوں کے لیے بھی فصیح ترین جواب ہے جو دوسروں کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ وہ جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو پکارتے ہیں اور ان سے مدد مانگتے ہیں۔ وہ غیر اللہ کے نام پر جانور قربان کرتے ہیں اور اللہ کے سوا دوسروں کے نام پر نذر مانتے ہیں اور اللہ کے سوا اوروں سے مدد اور رزق مانگتے ہیں۔ یہاں تک کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ تلبیہ کے الفاظ میں بھی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے:

---

[1] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 2865 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1187۔

[2] اسے امام مسلم نے روایت کیا، حدیث نمبر 1218۔

[3] اسے امام مسلم نے روایت کیا، حدیث نمبر 1184۔

كَانَ الْمُشْرِكُونَ يَقُولُونَ: لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ، قَالَ: فَيَقُولُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: وَيْلَكُمْ، قَدْ قَدْ، فَيَقُولُونَ: إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ، تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ، يَقُولُونَ هَذَا وَهُمْ يَطُوفُونَ بِالْبَيْتِ .

"مشرکین نے بھی تلبیہ کہا : میں حاضر ہوں تیری خدمت میں، تیرا کوئی شریک نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان پر افسوس، چونکہ انہوں نے یہ بھی کہا: سوائے اس کےجو تیرے ساتھ شریک ہے، تو اس کا مالک ہے اور جو کچھ اس کے پاس ہے اس کا بھی مالک ہے۔ یہ کہتے اور کعبہ کا طواف کرتے۔" [1]

مردوں کے لیے تلبیہ پڑھتے وقت آواز بلند کرنا بھی سنت ہے جیسا کہ سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أتاني جِبريلُ عليه السلام فأمرني أن آمر أصحابي ومَن معي أن يرفعَوا أصواتَهُم بالإهلالِ أو قال: بالتلبيةِ، يُرِيدُ أحدهما۔

"جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے صحابہ کو تلبیہ پڑھتے وقت آواز بلند کرنے کا حکم دوں"۔[2]

تلبیہ پڑھتے ہوئے آواز بلند کرنے کے حکم میں توحید کا اظہار ،اس کا اعلان اور اللہ کی تعظیم ہے۔یہ حج کا سب سے بڑا شعار ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تلبیہ پڑھتے ہوئے اتنی آوازیں بلند کرتے تھے کہ ان کے حلق خشک ہو جاتے تھے۔

حضرت مطلب بن عبداللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا:

كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَرْفَعُونَ أَصْوَاتَهُمْ بِالتَّلْبِيَةِ حَتَّى تُبَحَّ أَصْوَاتُهُمْ ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تلبیہ پڑھتے ہوئے اتنی آوازیں بلند کرتے تھے کہ ان کے حلق خشک ہو جاتے تھے۔[3] بکر بن عبداللہ مُزَنی کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، انہوں نے تلبیہ اتنی بلند آواز سے پڑھی کہ دونوں پہاڑوں کے درمیان کے لوگوں نے اسے سنا۔ [4] علماءِ سلف کے ایک گروہ سے نقل کیا گیا ہے کہ "حج کی خوبصورتی تلبیہ ہے۔" [5] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے ۔[6]

عورتوں کو چاہیے کہ وہ مردوں کے سامنے تلبیہ یا کوئی اور ذکر پڑھتے وقت اپنی آواز بلند نہ کریں کیونکہ ان کا پردہ کرنا ضروری ہے۔

جب تلاوت کرنے والا کہتا ہے "لبیک اللہم لبیک" تو اس کا مطلب ہے کہ اے اللہ میں تیری پکار پر لبیک کہنے اور تیری اطاعت پر ثابت قدم رہنے آیا ہوں۔ [7] یہ اللہ کی اس پکار کا جواب ہے جب اس نے اپنے بندوں کو حج کے لیے بلایا۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ .

"اور لوگوں کو حج کے لیے اِذنِ عام دے دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دُور دراز مقام سے پیدل اور اُونٹوں پر سوار آئیں۔" [8]

---

[1] اسے امام مسلم نے روایت کیا، حدیث نمبر 1185۔

[2] اسے امام ابو داوود نے روایت کیا ہے، حدیث نمبر 1814، امام نسائی نے، حدیث نمبر 2753، امام ترمذی نے، حدیث نمبر 829، امام ابن ماجہ نے، حدیث نمبر 2922، امام احمد نے، حدیث نمبر 16567، اور امام ترمذی نے کہا، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

[3] اسے ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے۔جلد3، صفحہ 373 ۔ امام ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں، جلد 3، ص۔ 408: یہ حدیث متعدد راویوں کے ساتھ مروی ہے۔

[4] اسے ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے۔جلد 3، صفحہ 373 ۔ امام ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں، جلد 3، ص۔ 408: یہ حدیث متعدد راویوں کے ساتھ مروی ہے۔

[5] دیکھیں: مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3،صفحہ 373۔

[6] امام احمد نے اپنی مسند حدیث نمبر 1870 میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کی ہے ۔

[7] دیکھئے: النہایہ فی غریب الحدیث،جلد 4، صفحہ 222۔

[8] سورۃ الحج، 27

مُحرِم کے لیے بہتر یہ ہے کہ اگر اسے اندیشہ ہو کہ بیماری، دشمن کے خوف، قید یا کسی وبائی مرض کے پھیل جانے کی وجہ سے عمرہ یا حج کی عبادت نہیں کر سکے گا تو اس کے لیے مستحب ہے کہ احرام باندھتے وقت یہ کہے: (لبیک عمرة کے بعد): **"فإن حَبِسَني حابِس فَمَحِلِّي حيثُ حَبَستَنِي"** یعنی اگر میں کسی غیر متوقع چیز میں پھنس کر رہ جاؤں، تو وہ جگہ میرے احرام سے نکلنے کی جگہ ہوگی۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضباعۃ بنت زبیر کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا: "شاید تم نے حج کا ارادہ کیا ہے؟" اس نے جواب دیا: "میں اللہ کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ مجھے بہت تکلیف ہے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حج کرو لیکن یہ کہہ کر مشروط نیت کرو: **"اللَّهُمَّ مَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي "**

اے اللہ جس جگہ تو مجھے روکے گا وہی میرے احرام سے نکلنے کی جگہ ہوگی۔[1]

اس شرط کا فائدہ یہ ہے کہ اگر احرام میں حاجی کو کوئی چیز اُسے اپنے مناسک کو پورا کرنے سے روک دے،مثلاً بیماری، قید وغیرہ تو وہ حالت احرام سے باہر نکل سکتا ہے۔ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

مُحرِم کے لیے تلبیہ کثرت سے پڑھنا مستحب ہے۔ اس کی پڑھنے کی تاکید خاص طور پر اس وقت ہے جب وہ بلندی پر جائے، کسی وادی میں اترے، فرض نماز پڑھے، جب رات یا دن شروع ہو رہے ہوں،جب وہ اپنے دوستوں سے ملے، کسی کو تلبیہ پڑھتے ہوئے سنے، بھولے سے کوئی ممنوعہ کام کرے، سواری پر چڑھے، اس سے اترے، یا بیت اللہ شریف کو دیکھے۔ مزید یہ کہ اسے کسی بھی حالت یا وقت کی تبدیلی پر تلبیہ پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

اجتماعی طور پر تلبیہ پڑھنا مشروع نہیں ہے کیونکہ یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ ﷺکے صحابۂ کرام کی طرف سے ثابت نہیں ہے۔ اس لیے ہر مُحرِم کو اکیلا تلبیہ پڑھنا چاہیے۔

مُحرِم کو عمرہ کے دوران حالت احرام میں داخل ہونے سے لے کر طواف شروع ہونے تک تلبیہ پڑھنا جاری رکھنا چاہیے۔ جب طواف شروع کرے تو تلبیہ پڑھنے سے رک جائے۔ اور حج میں مُحرِم احرام باندھنے سے لے کر عید کے دن جمرة عقبہ کی رمی کرنے تک تلبیہ پڑھے۔

جب مُحرِم مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ جائے تو اس میں داخل ہونے سے پہلے اگر آسانی سے ممکن ہو تو غسل کر لے۔ یہ حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث پر مبنی ہے، جسے ان کے آزاد کردہ غلام نافع نے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:
أن ابن عمر كَانَ لَا يَقْدَمُ مَكَّةَ إِلَّا بَاتَ بِذِي طَوًى، حَتَّى يُصْبِحَ وَيَغْتَسِلَ ثُمَّ يَدْخُلُ مَكَّةَ نَهَارًا، وَيَذْكُرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ فَعَلَهُ.
"حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب بھی مکہ تشریف لاتے تو رات وادی ذی طویٰ (مکہ کے قریب) میں گزارتے اور صبح کو غسل کرتے اور دن کے وقت مکہ میں داخل ہوتے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے"۔[2]

---

[1] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 5089 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1207۔

[2] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 1573 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1259 اور 227۔

وادی کے اوپر سے مکہ مکرمہ میں داخل ہونا اور وادی کی نچلی طرف سے نکلنا بھی سنت ہے ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللہ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ مِنَ الثَّنِيَّةِ العُلْيَا الَّتِي بِالْبَطْحَاءِ، وَخَرَجَ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلَى

"کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کداء سے داخل ہوئے جو کہ وادی بطحاء کا بالائی حصہ ہے اور وادی کے نچلے حصہ کی طرف سے باہر نکلے۔"[1] یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا جَاءَ إِلَى مَكَّةَ دَخَلَ مِنْ أَعْلاَهَا، وَخَرَجَ مِنْ أَسْفَلِهَا۔

"کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے، وادی کے بالائی حصے سے داخل ہوئے اور نچلے حصے سے باہر نکلے"۔[2]

کداء: حرف کاف پر زبر اور مد کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، اور یہ مکہ سے اوپر پہاڑی سلسلے میں درے کا نام ہے۔ موجودہ دور میں اس کا نام "ریع الحجون" ہے، اور یہ وہ راستہ ہے جو کہ معلاۃ کے قبرستان سے آتا ہے۔

نچلا ثنیہ (ایک پہاڑی سلسلے میں درہ کو ثنیہ کہتے ہیں): اسے آجکل ریع الرسام کہا جاتا ہے، اور یہ وہ راستہ ہے جو الباب کے محلے سے جرول کی طرف جاتا ہے۔

پس اگر حاجی کے لیے ممکن ہو کہ وہ وہاں سے داخل ہو جہاں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے تھے اور جہاں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تھے وہاں سے نکلے تو بہتر ہے۔ لیکن اگر اس کے لیے ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو جہاں سے وہ مکہ میں داخل ہو یا نکلے، وہ جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

مسجدِ حرام میں پہنچ کر اس میں داخل ہونے کے لیے دایاں پاؤں آگے رکھنا اور یہ کہنا سنت ہے:

بسم اللہ والصلاة والسلام على رسول الله، وأعوذُ بالله العظيم وبوجهه الكريم وسلطانه القديم من الشيطان الرجيم، اللهم افتح لي أبواب رحمتك۔

"اللہ کے نام سے، اور صلوٰۃ و سلام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر، میں، شیطان مردود سے، اللہ کی عظیم الشان ہستی کی پناہ مانگتا ہوں، اس کے مکرم چہرے اور اس کی قدیم حکمرانی کی پناہ میں آتا ہوں۔ اے اللہ، میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے"۔

ابو حمید یا ابو اسید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو کہے: اللهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔

"اے اللہ، میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے"۔

اور جب تم میں سے کوئی مسجد سے باہر نکلے تو کہے: اللهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ۔

[1] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 1576 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1257۔

[2] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 1577 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1258۔

"اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اپنا فضل عطا فرما"۔[1]

یہ دعا مسجد الحرام کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ باقی تمام مساجد میں بھی یہی دعا پڑھنا سنت ہے۔

حاجی پھر طواف شروع کرنے کے لیے حجرِ اسود کی طرف، کعبہ شریف کی طرف بڑھتا ہے۔ حاجی یہ نہ کہے: نویت الطواف (میں طواف کرنے کی نیت کر رہا ہوں) کیونکہ یوں کہنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ مزید یہ کہ نیت دل سے کی جاتی ہے۔

مردوں کے لیے طوافِ قدوم میں سنت طریقہ یہ ہے کہ طواف کے تمام چکروں میں اضطباع کریں اور صرف پہلے تین چکروں میں رمل کریں۔ باقی میں اسے معمول کے مطابق چلنا چاہیے۔

اِضطِباع: دائیں کندھے کو ننگا کرنا، اپنی چادر کا درمیانی حصہ دائیں بغل کے نیچے سے لاتے ہوئے اس کے دونوں سرے بائیں کندھے پر رکھنا۔

طواف القدوم: وہ طواف ہے جو حاجی حجِ قِران یا حجِ اِفراد میں کرتا ہے، یا جو حجِ تمتع میں عمرہ کے دوران کیا جاتا ہے۔ اسے طواف القدوم کہا جاتا ہے کیونکہ یہ پہلا طواف ہے جو وہ مکہ آنے کے بعد کر رہا ہے۔

رمل: چھوٹے قدموں کے ساتھ تیزی سے چلنا۔

حجر اسود پر پہنچنے پر حاجی کو مندرجہ ذیل چار حالات میں سے کسی ایک کا سامنا کرنا پڑے گا۔

پہلی صورت: حجر اسود کو اپنے داہنے ہاتھ سے سلام کریں اور اگر آسانی سے ممکن ہو تو اسے منہ سے چومیں اور کہیں:

بسم الله والله أكبر "اللہ کے نام سے اور اللہ سب سے بڑا ہے۔"

یہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے لیے کیا جاتا ہے۔ کسی کو یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ حجر اسود اسے فائدہ یا نقصان پہنچا سکتا ہے۔ یہ صرف اللہ ہی کر سکتا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حجر اسود کے قریب آئے اور اس کا بوسہ لیا اور فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے، مجھے کوئی فائدہ یا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔[2]

اس روایت میں توحید کی اہمیت کی طرف اور عبادات کو خالصتاً اللہ وحدہ لا شریک کے لیے کرنے کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی فائدہ نہیں دے سکتا اور نہ کوئی نقصان دور کر سکتا ہے۔ اس روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور دین میں بدعات پیدا نہ کرنے کا بھی سبق ملتا ہے۔

اگر یہ صورت آسان نہ ہو، تو دوسری صورت کی طرف جا سکتے ہیں، جو کہ یہ ہے:

دوسری صورت: آپ حجر اسود کو اپنے ہاتھ سے چوم لیں، پھر ہاتھ چومیں اور کہیں۔

بسم الله والله أكبر "اللہ کے نام سے اور اللہ سب سے بڑا ہے۔"

---

[1] اسے امام مسلم نے روایت کیا، حدیث نمبر 713۔

[2] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 1597 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1270۔

حضرت عبداللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام نافع سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے، انہوں نے حجر اسود کو ہاتھ سے سلام کیا، پھر اپنے کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا: جب سے میں نے دیکھا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کر رہے ہیں، میں نے ایسا کرنا نہیں چھوڑا۔" [1]

اگر اس صورت میں بھی آسانی نہ ہو، تو تیسری صورت کی طرف جا سکتے ہیں، جو کہ یہ ہے:

تیسری صورت: آپ حجر اسود کو کسی ایسی چیز سے سلام کرتے ہیں جیسے آپ لاٹھی کی طرح اٹھاتے ہیں، پھر اس چیز کو چومتے ہوئے کہتے ہیں: **بسم الله والله أكبر** "اللہ کے نام سے اور اللہ سب سے بڑا ہے۔"

ابو طفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کعبہ کا طواف کر رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس موجود ایک عصا سے حجر اسود کے کونے کو چھو رہے تھے، پھر عصا کو چوم رہے تھے ۔[2]

اگر یہ صورت بھی آپ کے لیے آسانی سے ممکن نہیں ہے، تو آپ چوتھی صورت کو اپنا سکتے ہیں ، جو کہ یہ ہے:

چوتھی صورت: آپ اپنے ہاتھ سے حجر اسود کی طرف دور سے اشارہ کریں اور کہیں:

بسم الله والله أكبر "اللہ کے نام سے اور اللہ سب سے بڑا ہے۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہو کر (خانہ کعبہ کا) طواف کیا، اور جب بھی حجر اسود کے کونے پر پہنچے تو اپنے ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "اللہ اکبر"۔[3]

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حجر اسود کے کونے پر پہنچتے تو اپنے ہاتھ میں کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کرتے اور اللہ اکبر کہتے۔[4]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی سندوں سے یہ بھی روایت ہے، اور یہ سندیں ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابو حفص، تم ایک مضبوط آدمی ہو، اس لیے (حجر اسود کے) کونے کی طرف تیزی سے مت بڑھو۔ تم کمزوروں کو تکلیف دے سکتے ہو۔ اگر تمہیں کوئی خالی جگہ ملے تو آگے بڑھو اور اسے سلام کرو، ورنہ صرف اللہ اکبر کہہ کر طواف جاری رکھو۔" [5]

---

[1] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 1597 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1270۔

[2] اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے، حدیث نمبر 1275

[3] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 5293۔

[4] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 1632۔

[5] عبد الرزاق نے المصنف میں روایت کیا ہے۔جلد 5،ص۔ 36 ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں، جلد۔ 3، ص۔ 171،الشافعی السنن الماثورۃ میں،ص 510، احمد، مسند میں، حدیث نمبر 190، اور دیگر محدثین نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ اسے ایک اور طریق سے بھی روایت کیا گیا ہے: امام طبری نے 'تہذیب الآثار' جلد 1 ، صفحہ 85، مسند ابن عباس کی حدیث نمبر 106،،اور امام بیہقی نے السنن الکبری میں، جلد 5، ص۔ 80۔

پہلی تین حالتوں میں حجاج کو چاہیے کہ وہ دوسرے حاجیوں کو نقصان نہ پہنچائیں، کیونکہ حجر اسود کو سلام کرنا سنت ہے، اور دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے بچنا واجب ہے، اس لیے واجب کو انجام دینا اولین ترجیح ہونی چاہیے۔ اس لیے اگر آپ مضبوط ہیں اور لوگوں کی ایک بھیڑ جمع ہے تو آپ کو بھیڑ سے دور ہٹنا چاہیے اور کمزوروں سے مقابلہ کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ ان کو نقصان پہنچا دیں۔ طواف کرنے والے ہر شخص کو اس جگہ کی عظمت کا ادراک اور دمیان رکھنا چاہیے، ہجوم میں موجود لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے، اگر ان سے کوئی غلطی ہو جائے تو ان کو معاف کر دینا چاہیے اور ان سے رحمدلی کرنا چاہیے، کیونکہ صرف بدبخت ہی ہیں جو دوسروں پر رحم نہیں کرتے ۔ آپ کو اللہ کے حضور خشوع اور تضرع سے پیش ہونا چاہیے، اور ہر وہ چیز ترک کر دینی چاہیےجو آپ کو اس خشوع اور تضرع سے محروم کر سکتی ہے، جیسے کہ ہجوم سے مقابلہ کرنا، یا طواف کے دوران ایسے کام کرنا جو اللہ کی عبادت میں شمار نہیں ہوتے۔ دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ طواف کرتے وقت فضول باتوں، اور لڑائی جھگڑوں میں پڑ جاتے ہیں۔

اسی طرح عورتوں کو بھی چاہیے کہ وہ ہجوم میں مردوں سے مقابلہ کرنے سے گریز کریں۔ اس سے ان کا پردہ کھل سکتا ہے، یا کوئی ایسی چیز رونما ہو سکتی ہے جو ممنوع ہو۔ انہیں چاہیے کہ مناسب وقت تلاش کریں اور جب وہاں صرف عورتیں موجود ہوں تب حجر اسود کو سلام کریں۔

جب آپ حجرِ اسود کے پاس کہتے ہیں:

بسم الله والله أكبر "اللہ کے نام سے اور اللہ سب سے بڑا ہے"، آپ خانہ کعبہ کو بائیں جانب رکھ کر طواف شروع کرتے ہیں۔ جب آپ رکن یمانی (یمنی کونہ،حجر اسود کے کونے سے پہلے والا کونہ) پر پہنچیں تو آپ کو اسے بوسہ دیئے بغیر سلام کرنا چاہیے اگر یہ آپ کے لیے آسانی سے ممکن ہو۔ اگر یہ آسانی سے ممکن نہیں ہے تو آپ کو زبردستی ہجوم میں داخل نہیں ہونا چاہیئے، آپ کو اس کی طرف اشارہ کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

حجر اسود اور رکن یمانی کے ان دو کونوں کے علاوہ سلام نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ ابراہیم علیہ السلام کی رکھی ہوئی بنیادوں پر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو کونوں کے علاوہ کہیں سلام نہیں کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں کے علاوہ بیت اللہ میں کسی چیز کو چھوتے ہوئے نہیں دیکھا: دو یمانی کونے(حجرِ اسود والا کونا اور رکن یمانی)۔[1]

رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ آیت پڑھی جائے:

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

"اے ہمارے رب! ہمیں دنیا اور آخرت کی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔"

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں کونوں کے درمیان یہ پڑھتے ہوئے سنا:

[1] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 1609 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1267۔

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

”اے ہمارے رب! ہمیں دنیا اور آخرت کی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔“ [1]

اس لیے جب بھی آپ حجر اسود کے پاس سے گزریں تو آپ یہی دعا دہرائیں اور ایک بار اللہ اکبر کہیں۔ بار بار تکبیر کہنا یا حجر اسود کے پاس کھڑا رہنا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہے، بلکہ یہ طواف کرنے والوں کے لیے بھیڑ اور نقصان کا باعث ہے۔

آپ اپنے بقیہ طواف میں ذکر، دعا یا تلاوت قرآن میں سے جو چاہیں کر سکتے ہیں، کیونکہ کعبہ کے گرد طواف، صفا و مروہ کے درمیان سعی اور جمرات پر کنکریاں مارنے کا بنیادی مقصد ذکر اللہ (اللہ کا ذکر) قائم کرنا ہے۔[2]

بعض لوگ طواف کرتے وقت سات چکروں میں سے ہر ایک کے لیے ایک خاص دعا یا ایک خاص ذکر کرتے ہیں، کچھ اپنے ساتھ ایک کتاب لے جاتے ہیں جس سے وہ یہ مخصوص دعائیں پڑھتے ہیں۔ یہ ایک قابل مذمت بدعت ہے جو جائز نہیں ہے۔ آپ کے لیے جو آسان ہو،اس طرح دعا مانگنی چاہیے۔ آپ کسی بھی دعا یا ذکر کا انتخاب کریں جس کے ذریعے آپ دنیا اور آخرت کی بھلائی مانگتے ہوں۔ ہر چکر کے لیے کوئی خاص دعا یا ذکر نہیں ہے کیونکہ اس حوالے سے کچھ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہے، نہ آپ کے قول سے اور نہ ہی آپ کے عمل سے۔ یہ بھی غلط ہے کہ بعض لوگ طواف کرتے ہوئے ایک گروہ بنا کر ایک قائد کے گرد جمع ہو جاتے ہیں جو ان کی رہنمائی کرتا ہے اور بلند آواز میں دعائیں پڑھتا ہے اور جماعت ایک آواز سے اس کے پیچھے چل پڑتی ہے۔ اس طرح آوازیں بلند ہو جاتی ہیں، انتشار پیدا ہوتا ہے اور باقی نمازی تشویش کا شکار ہو جاتے ہیں اور اس پر توجہ نہیں دے پاتے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اس سے خشوع ختم ہو جاتا ہے اور اس پُرامن جگہ پر اللہ کے بندوں کو پریشانی اٹھانا پڑتی ہے۔

طواف سات چکروں پر مشتمل ہے، ہر چکر حجر اسود سے شروع اور اسی پر ختم ہوتا ہے۔

حِجر کے اندر سے طواف کرنا درست نہیں (حِجر وہ جگہ ہے جس کی دیوار شمالی جانب سے خانہ کعبہ سے ملحق ہے) کیونکہ یہ خانہ کعبہ کا حصہ ہے۔

جب آپ سات چکر مکمل کر لیں تو مقامِ ابراہیم کی طرف بڑھیں اور یہ پڑھیں:

---

[1] امام ابوداؤد نے حدیث نمبر 1892، امام نسائی نے الکبری میں حدیث نمبر 3920، امام احمد نے حدیث نمبر 15398، امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں حدیث نمبر 2721 اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح حدیث میں روایت کی ہے۔ نمبر 3826

[2] ابوداؤد، حدیث نمبر 1888، ترمذی، حدیث نمبر 902، احمد، حدیث نمبر 24351 اور وغیرہ، ضعیف سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا::

إِنَّمَا جُعِلَ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ، وَبِالصَّفَا وَالمَرْوَةِ، وَرَمْيُ الْجِمَارِ لِإِقَامَةِ، ذِكْرِ الله عَزَّوَجَلَّ

”خانہ کعبہ کا طواف کرنا، صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا اور جمرات میں کنکریاں مارنا اللہ کے ذکر کے لیے ہیں۔“

اس حدیث کو عبدالرزاق نے بھی اپنی مصنف میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے طور پر روایت کیا ہے۔ جلد5،، ص۔ 49،

وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى "آپ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنائیں"۔[1]

مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت طواف پڑھیں اگر آسانی ہو، ورنہ مقام ابراہیم کو اپنے اور کعبہ کے درمیان رکھ کر کچھ فاصلے پر نماز پڑھ سکتے ہیں ۔ آپ پہلی رکعت میں سورۃ الفاتحہ اور سورۃ الکافرون (قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُونَ) پڑھیں۔ دوسری رکعت میں سورۃ الفاتحہ اور سورۃ الاخلاص (قُلْ هُوَ اللہ أَحَدٌ) پڑھیں۔

خبردار، بعض مسلمان یہ دو رکعتیں مقام ابراہیم کے قریب ہجوم کے وقت پڑھتے ہیں، جس سے حاجیوں کو پریشانی ہوتی ہے اور ان کے چلنے پھرنے میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ یہ ہجوم اور پریشانی کا باعث بنتا ہے، حالانکہ ان کے لیے مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ طواف کی دو رکعات مقامِ ابراہیم سے کچھ فاصلے پر،چاہے مطاف میں ہو یا مسجد کی راہداریوں کے اندر یا مسجد میں کہیں پر بھی پڑھنا جائز ہے۔ ان کی ادائگی کے لیے کسی مخصوص جگہ کی ضرورت نہیں ہے۔

کچھ لوگ مقام ابراہیم کو چھوتے ہیں اور اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو اس سے رگڑتے ہیں۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ بدعت اور حرام ہے، اور گمراہی کی ایک شکل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ابراہیم کو نہیں چھوا اور نہ ہی ایسا کرنے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ایسا نہیں کیا۔

اس کے بعد آپ حجر اسود پر واپس آئیں اور اگر آسانی سے ممکن ہو تو اسے سلام کر لیں۔ اگر آسانی سے ممکن نہ ہو تو اس کی طرف اشارہ کر کے سلام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اب آپ کو مَسعیٰ (وہ جگہ جہاں صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی جاتی ہے) جانا چاہیے۔ جب آپ صفا کے قریب جائیں تو یہ پڑھیں: إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ۔ "بے شک صفا اور مروہ کی پہاڑیاں اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔"[2]

سعی شروع کرنے سے پہلے یہ آیت ایک بار پڑھ لیں، دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر آپ صفا کی پہاڑی پر چڑھیں گے، تاکہ آپ خانہ کعبہ کو دیکھ سکیں۔ خانہ کعبہ کی طرف منہ کریں، ہاتھ اٹھائیں، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کریں اور جیسے چاہیں دعا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں یہ دعا مانگتے تھے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ، يُكررّ ذلك ثلاثَ مراتٍ، ويدعو بينها۔

"اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا حقدار نہیں، وہ اکیلا ہے، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اس نے اپنے

---

[1] سورۃ البقرۃ، 125
[2] سورۃ البقرۃ، 158

بندے کی نصرت فرمائی،اور اکیلے اس نے احزاب (دشمن اور اس کے اتحادیوں) کو شکست دی۔" آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے اسی ذکر کے کلمات کو تین بار دہرایا اور ان کے درمیان دعا کی۔[1]

اس کے بعد آپ صفا سے مروہ تک پیدل چلیں گے یہاں تک کہ آپ وادی کے نشیب تک پہنچ جائیں، حرم کے باقی حصوں کی طرح یہ حصہ بھی سنگِ مرمر سے مزین ہے، لیکن ایک مقام پر چھت میں سبز روشنیاں لگائی گئی ہیں۔ مردوں کو چاہیے کہ اگر آسانی سے اور اپنے آپ کو یا دوسروں کو نقصان پہنچائے بغیر ممکن ہو تو سبز رنگ کی روشنی والی جگہ پر پہنچیں تو دوڑنا شروع کر دیں۔ مرد اسی طرح دوڑتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ چھت پر سبز رنگ میں روشن دوسرے نشان تک نہ پہنچ جائیں۔ سبز رنگ میں روشن دوسرے نشان کو عبور کرنے کے بعد مروہ پر پہنچنے تک سکون سے چل کر جائیں۔ مروہ پر چڑھ کر قبلہ کی طرف منہ کریں اور ہاتھ اٹھا کر اسی طرح ذکر اور دعا کریں جس طرح صفا پر کیا تھا۔

پھر آپ مروہ سے صفا کی طرف اتریں، پیدل چلنے کی جگہ پر چلتے ہوئے، اور دوڑنے کی جگہ پر دوڑتے ہوئے، یہاں تک کہ آپ صفا پر چڑھ جائیں۔ یہاں پر آپ قبلہ کی طرف رخ کریں، اپنے ہاتھ اٹھائیں، اور وہی کہیں جیسا کہ آپ نے صفا پر پہلی مرتبہ کہا۔ بقیہ سعی میں جس طرح چاہیں دعا کر سکتے ہیں، کوئی بھی ذکر پڑھ سکتے ہیں یا کوئی دعا کر سکتے ہیں جو آپ کو پسند ہو۔ جیسا کہ ہم طواف کا ذکر کرتے ہوئے کہہ چکے ہیں۔ سعی میں بھی ہر چکر کے لیے کوئی خاص دعا یا مخصوص ذکر نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں کی غلط فہمی ہے۔

صفا اور مروہ پر چڑھنا اور دونوں سبز نشانوں کے درمیان دوڑنا سنت ہے۔ یہ واجب نہیں ہیں۔

جب آپ اپنی سعی مکمل کر لیں، یعنی سات چکر (صفا سے مروہ تک ایک چکر ہے اور مروہ سے صفا دوسرا چکر ہے) صفا سے شروع ہو کر مروہ پر سات چکر جب ختم ہو جائیں، تو آپ اگر مرد ہیں تو اپنا سر منڈوائیں یا بال چھوٹے کروا دیں۔ سر منڈوانا افضل ہے، الا یہ کہ حجِ تَمَتُّع کر رہے ہوں،اور حج قریب ہو، کیونکہ حج تک بال نہیں بڑھ سکیں گے۔اس صورت میں عمرہ کے بعد بال چھوٹے کرنا افضل ہے، تاکہ حج کے دوران سر منڈوا لیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب چوتھی ذی الحجہ کو مکہ پہنچے تو صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کا طواف کریں اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کریں، پھر اپنے بال چھوٹے کر لیں اور احرام کی حالت سے باہر نکل آئیں۔ یہ حکم ان لوگوں کے لیے تھا جو اپنے ساتھ قربانی کے جانور نہیں لائے تھے۔[2]

منڈوانے کی صورت میں پورے سر کا منڈوانا ضروری ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ "کچھ منڈوائے گئے سروں کے ساتھ اور کچھ چھوٹے کیے گئے بالوں کے ساتھ۔" [3]

---

[1] اسے امام مسلم نے روایت کیا، حدیث نمبر 1218۔

[2] امام بخاری نے، حدیث نمبر 1545، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

[3] سورۃ الفتح، 27

مزید یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پورا سر منڈوایا۔ دائیں طرف سے شروع کیا اور بائیں طرف تک مکمل کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی سر کا کچھ حصہ منڈوایا ہو اور باقی حصے کو چھوڑنے کی اجازت دی ہو۔ [1]

بال چھوٹے کرنے کا بھی یہی اصول ہے کہ پورے سر کو شامل کیا جائے گا۔

عورتوں کو صرف بال کٹوانے کا حکم ہے۔ ان کے لیے سر منڈوانا جائز نہیں۔ عورت اپنی چوٹیوں سے انگلی کے پور کی لمبائی کے برابر بال کاٹ لے۔ وہ اپنی چوٹیوں کو پکڑے ، اگر اس کی چوٹیاں ہیں، اگر اس کی چوٹیاں نہیں ہیں تو پورے بالوں کو پکڑے، اور انگلی کے پور کی لمبائی کے برابر کاٹ لے۔ اسے انگلی کے پور کی لمبائی سے زیادہ نہیں کاٹنا چاہیے۔

ان اعمال کے کرنے سے عمرہ مکمل ہو جاتا ہے اور آپ احرام کی پابندیوں سے باہر آ جاتے ہیں۔

عمرہ کے اعمال کا خلاصہ:

1. غسل کرنا، جیسے کہ غسلِ جنابت کیا جاتا ہے اور خوشبو لگانا۔
2. احرام کا لباس پہننا۔ مردوں کے لیے کپڑے کی دو چادریں: ایک اوپر والے حصے کے لیے اور دوسری جسم کے نچلے حصے کے لیے۔ خواتین کے لیے تمام جائز لباس کی اجازت ہے۔
3. تلبیہ پڑھنا اور طواف شروع کرنے تک تلبیہ پڑھتے رہنا۔
4. خانہ کعبہ کے طواف کے سات چکر لگانا، حجر اسود سے شروع کرکے اسی پر ختم کرتے ہوئے۔
5. مقام ابراہیم کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھنا۔
6. صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے سات چکر، صفا سے شروع کرکے مروہ پر ختم کرتے ہوئے۔
7. مردوں کے لیے سر بال منڈوانا یا کاٹنا اور عورتوں کے لیے سر کے بال چھوٹے کرنا۔

باب 10: حج کے ارکان اورفرائض

حج کے ارکان

[1] امام مسلم نے حدیث نمبر 1305 کو انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

حج کے وہ ارکان جن کے بغیر حج درست نہیں، چار ہیں، یعنی:

1- احرام ، جس کے معنی حج میں داخل ہونے کی نیت کے ہیں۔ نیت کرنے کی جگہ دل ہے۔ لہٰذا نیت کے لیے کوئی لفظ کہنا جائز نہیں ہے، اس لیے یہ نہ کہیں: "اے اللہ میں اپنی طرف سے یا فلاں کی طرف سے حج کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں"۔ نیت کے بغیر کوئی عمل درست نہیں جیسے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى۔

"اعمال کا دار ومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔" [1]

حج کا احرام باندھنے کا وقت اسلامی کیلنڈر کے دسویں مہینے (شوال) کے آغاز سے شروع ہوتا ہے ۔ چنانچہ رمضان کے آخری دن کے غروب کے ساتھ ہی حج کا احرام باندھنا جائز ہے،جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ۔

"حج کے مہینے سب کو معلوم ہیں۔ پس جو کوئی ان میں حج کو اپنے پر فرض کرے، تو وہ حج کے دوران مباشرت، بد زبانی اور جھگڑے سے دور رہے۔" [2]

حج کے مہینے شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہیں۔

احرام باندھنے کے پانچ مقامات (میقات) کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، اور وہیں سے احرام باندھا جا سکتا ہے۔

2- **عرفات میں قیام۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:**

فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ۔

"جب تم عرفات سے واپس آؤ تو (مشعرِ حرام) کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔" [3]

عبدالرحمٰن بن یعمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ کچھ لوگ آپ کے پاس آئے اور انہوں نے آپ سے حج کے متعلق پوچھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْحَجُّ عَرَفَةُ، فَمَنْ أَدْرَكَ لَيْلَةَ عَرَفَةَ قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ مِنْ لَيْلَةِ جَمْعٍ، فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ۔

"حج دراصل عرفات ہے۔ جو شخص عرفات کی رات کو طلوع فجر سے پہلے پہنچ گیا، جس رات حاجی مزدلفہ میں ہوتے ہیں، اس کا حج مکمل ہو گیا۔" [4]

---

[1] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 1 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1907۔

[2] سورة البقرة، 197

[3] سورة البقرة، 198

[4] امام ابوداؤد، حدیث نمبر 1949، امام ترمذی، حدیث نمبر 889 ، امام نسائی، حدیث نمبر 3016 اور امام ابن ماجه، حدیث نمبر 3015۔

عرفات میں قیام کا وقت: عرفات میں قیام کا وقت اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب ذو الحج کی نویں تاریخ کو سورج زوال پذیر ہوتا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کے بعد ہی عرفات میں قیام کیا۔
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

حَتَّى إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ، فَرُحِلَتْ لَهُ، فَأَتَى بَطْنَ الْوَادِي، فَخَطَبَ النَّاسَ ...ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، حَتَّى أَتَى الْمَوْقِفَ۔

پھر جب سورج کو زوال ہوا تو آپ ﷺ نے قصواء (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا نام) کو تیار کرنے کا حکم دیا۔ جب اسے تیا کر دیا گیا تو آپ ﷺ وادی کے نچلے حصے تک پہنچے اور لوگوں سے خطاب کیا... پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر عرفات میں کھڑے ہونے والی جگہ تک پہنچے۔" [1]
حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر نے بیان کیا:
خلیفہ وقت عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو لکھا کہ حج کے دوران حضرت عبداللہ بن عمر سے اختلاف نہ کریں۔ عرفات کے دن جب سورج ڈھل گیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ میرے ساتھ حجاج کے خیمے کے پاس آ کر پکارنے لگے۔ حجاج زعفران سے رنگی ہوئی چادر کمر پر لپیٹے باہر نکلا اور کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! کیا بات ہے؟ حضرت عبد اللہ بن عمر نے فرمایا: "اگر تم سنت پر عمل کرنا چاہتے ہو تو (عرفات کی طرف) چلو۔" حجاج نے پوچھا: "اسی وقت؟" ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، "ہاں"، اس نے جواب دیا: "میرا انتظار کرو یہاں تک کہ میں سر پر تھوڑا سا پانی ڈال لوں (یعنی غسل کر لوں) اور باہر آجاؤوں۔" ابن عمر رضی اللہ عنہ اترے اور حجاج کے باہر آنے تک انتظار کرتے رہے، چنانچہ وہ (حجاج) میرے اور میرے والد (ابن عمر رضی اللہ عنہ) کے درمیان چل پڑے۔ میں نے اس سے کہا کہ اگر تم سنت پر عمل کرنا چاہتے ہو تو مختصر خطبہ دو اور عرفات میں قیام کے لیے جلدی کرو۔ اس نے حضرت عبد اللہ کی طرف دیکھنا شروع کیا، تو انہوں نے کہا: سالم نے سچ کہا ہے۔[2]

اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ عرفات میں قیام کا وقت دسویں تاریخ (عید الاضحی کے دن) کی صبحِ صادق پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی دلیل کے طور پر ہمارے پاس حضرت عبد الرحمن بن یعمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ انہوں نے فرمایا:

شَهِدْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَأَتَاهُ نَاسٌ، فَسَأَلُوهُ عَنِ الْحَجِّ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الْحَجُّ عَرَفَةُ، فَمَنْ أَدْرَكَ لَيْلَةَ عَرَفَةَ قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ مِنْ لَيْلَةِ جَمْعٍ، فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ۔

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب کچھ لوگ آپ کے پاس آئے اور آپ سے حج کے متعلق پوچھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حج دراصل عرفات ہے۔ جو شخص عرفات کی رات کو طلوع فجر سے پہلے عرفات میں پہنچ گیا (جس رات حاجی مزدلفہ میں ہوتے ہیں) اس نے حج ادا کر لیا۔" [3]
قیام کی جگہ: عرفات سارے کا سارا قیام کی جگہ ہے۔ عرفات میں حاجی جہاں بھی ٹھہرے اس کا حج صحیح ہے۔
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] اسے امام مسلم نے روایت کیا، حدیث نمبر 1218۔
[2] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 1660۔
[3] امام ابوداؤد، حدیث نمبر 1949، امام ترمذی، حدیث نمبر 889 ، امام نسائی، حدیث نمبر 3016 اور امام ابن ماجہ، حدیث نمبر 3015۔

وَقَفْتُ هَاهُنَا، وَعَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ۔

"میں یہاں ٹھہرا ہوں لیکن پورا عرفات ٹھہرنے کی جگہ ہے۔"[1]

3- **طوافِ افاضہ:** اسے طواف حج یا طواف زیارت بھی کہا جاتا ہے۔ یہ خانہ کعبہ کے گرد طواف ہے، اور اس کے رکن ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ۔ "اور اس قدیم گھر کا طواف کریں۔"[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا:

حَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَذَكَرْتُ حِيضَتَهَا لِرَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَحَابِسَتُنَا هِيَ؟ قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهَا قَدْ كَانَتْ أَفَاضَتْ وَطَافَتْ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ حَاضَتْ بَعْدَ الْإِفَاضَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: فَلْتَنْفِرْ.

"حضرت صفیہ بنت حُیَی طواف افاضہ کرنے کے بعد حیض میں داخل ہوئیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ماہواری کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہ ہمیں روکے گی (یعنی اس کا انتظار کرنا ہو گا)؟ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول، اس نے بیت اللہ کا طواف یعنی طواف افاضہ کر لیا ہے، اس کے بعد وہ حیض میں داخل ہوئی ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ایسا ہے تو پھر وہ روانہ ہو سکتی ہے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان : "کیا وہ ہمیں روکے گی" اس بات کی دلیل ہے کہ طواف افاضہ حج کا رکن ہے۔ اس کے بغیر حج نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ رکن نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ انہیں مکہ میں رکنا ہوگا اور طواف کرنے سے پہلے کوچ نہیں کر سکتے۔ لیکن جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ حضرت صفیہ طواف افاضہ کر چکی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سفر کی اجازت دے دی۔[3]

طواف افاضہ کا وقت: یہ وقت عرفات میں قیام اور مزدلفہ میں رات گزارنے کے بعد شروع ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ۔

"پھر اپنا مَیل کچَیل دُور کریں اور اپنی نذریں پُوری کریں، اور اس قدیم گھر کا طواف کریں۔"[4]

---

[1] اسے امام مسلم نے روایت کیا، حدیث نمبر 1218 اور 149۔

[2] سورۃ الحج، 29

[3] اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے، حدیث نمبر 4401 ، اور امام مسلم نے روایت کیا، حدیث نمبر 1211

[4] سورۃ الحج، 29

عرفات اور مزدلفہ میں قیام کے بغیر اس آیت پر عمل کرنا ممکن نہیں۔ جن لوگوں نے مزدلفہ میں رات گزاری، ان کے لیے طوافِ افاضہ کے وقت کا آغاز دسویں کی نصف شب کے بعد ہوتا ہے۔

دسویں تاریخ کی دوپہر میں طواف کرنا سنت ہے۔ اس کے آخری وقت کی کوئی خاص حد نہیں ہے۔ پس اگر آپ یہ طواف بارہویں، تیرھویں یا چودھویں تاریخ کو کریں تب بھی کوئی حرج نہیں۔

4 . صفا اور مروہ کے درمیان سعی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللہ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا۔

”بے شک صفا اور مروہ کی پہاڑیاں اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ پس جس نے حج یا عمرہ کیا، اسے چاہیے کہ وہ ان دو کے درمیان چکر لگائے۔“ [1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ثُمَّ أَمَرَنَا – يعني النبي ﷺ - عَشِيَّةَ التَّرْوِيَةِ أَنْ نُهِلَّ بِالحَجِّ، فَإِذَا فَرَغْنَا مِنَ المَنَاسِكِ، جِئْنَا فَطُفْنَا بِالْبَيْتِ، وَبِالصَّفَا وَالمَرْوَةِ، فَقَدْ تَمَّ حَجُّنَا وَعَلَيْنَا الهَدْيُ۔

"پھر ترویہ کی رات (8 ذو الحج کی سہ پہر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حج کا احرام باندھنے کا حکم دیا اور جب ہم حج کے تمام مناسک ادا کر چکے تو ہم آئے اور ہم نے کعبہ کا طواف اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی۔ تب ہمارا حج مکمل ہوا اور ہم پر ایک جانور کی قربانی واجب ہوئی۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

وَقَدْ سَنَّ رَسُولُ اللہ ﷺ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا، فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَتْرُكَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان سعی کو اپنی سنت قرار دیا۔ لہٰذا کسی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ ان دونوں کے درمیان سعی کو ترک کردے۔“ [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک اور روایت ہے، آپ نے فرمایا:

مَا أَتَمَّ اللہ حَجَّ امْرِئٍ، وَلاَ عُمْرَتَهُ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالمَرْوَةِ۔

[1] سورة البقرة، 158

[2] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 1572۔

[3] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 1643 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1277۔

"اللہ تعالیٰ کسی شخص کا حج یا عمرہ مکمل نہیں کرتا جب تک وہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہ کرے"۔[1]

سعی کا وقت:

حجِ قِران یا حجِ اِفراد کرنے والے کے لیے: اس کا وقت طواف قدوم کے بعد شروع ہوتا ہے اور اسے طواف قدوم کے بعد عرفات کے دن سے پہلے کرنا جائز ہے۔ عرفات کے دن کے بعد تک مؤخر کرنے کی بھی اجازت ہے۔ لہٰذا آپ طواف افاضہ کے بعد سعی کر سکتے ہیں۔

حجِ تمتع کرنے والے کے لیے: اس کا وقت عرفات میں قیام، مزدلفہ میں رات گزارنے اور طواف افاضہ کرنے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ لہٰذا، حجِ تمتع کرنے والا طواف افاضہ کے بعد سعی کرے گا۔ دسویں تاریخ کو زوال سے قبل طواف افاضہ کے بعد سعی کرنا سنت ہے۔

طواف افاضہ کی طرح اس کے بھی آخری وقت کی کوئی حد نہیں ہے۔

احتیاط : سعی سے پہلے طواف کرنا ضروری ہے، جیسے: طواف قدوم، طواف افاضة یا طواف الوداع۔ اگر طواف سے پہلے سعی کی جائے تو سعی فاسد ہو جائے گی۔

حج کے واجبات:

حج کے واجبات سات ہیں، یعنی:

1. مقررہ میقات سے احرام باندھنا۔ اس کا وجوب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث سے ماخوذ ہے کہ ایک آدمی مسجد میں کھڑا ہوا اور کہنے لگا:

يَا رَسُولَ اللهِ، مِنْ أَيْنَ تَأْمُرُنَا أَنْ نُهِلَّ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يُهِلُّ أَهْلُ المَدِينَةِ مِنْ ذِي الحُلَيْفَةِ، وَيُهِلُّ أَهْلُ الشَّأْمِ مِنَ الجُحْفَةِ، وَيُهِلُّ أَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ. وفي رواية: قال عبدالله بن عمر رضي الله عنهما: أَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَهْلَ المَدِينَةِ أَنْ يُهِلُّوا مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ، وَأَهْلَ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ، وَأَهْلَ نَجْدٍ، مِنْ قَرْنٍ.

وفي رواية: عن زيد بن جُبَيْرٍ، أَنَّهُ أَتَى عبدالله بن عمر رضي الله عنهما في مَنْزِلِهِ، وَلَهُ فُسْطَاطٌ وَسُرَادِقٌ، فَسَأَلْتُهُ مِنْ أَيْنَ يَجُوزُ أَنْ أَعْتَمِرَ؟ قَالَ: فَرَضَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا، وَلِأَهْلِ المَدِينَةِ ذَا الحُلَيْفَةِ، وَلِأَهْلِ الشَّأْمِ الجُحْفَةَ.

[1] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 1790 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1277۔

”اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ ہمیں کہاں سے احرام باندھنے کا حکم دیتے ہیں؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مدینہ والے ذو الحُلیفہ سے احرام باندھیں اور اہل شام کو جُحفة سے احرام باندھنا چاہیے۔ نجد کے لوگ قَرن سے احرام باندھیں۔“ [1]

ایک اور روایت میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کو ذو الحلیفہ میں احرام باندھنے کا حکم دیا، اہل شام کو جُحفہ میں، اہل نجد کو قرن میں۔ زید بن جبیر سے ایک اور روایت ہے کہ وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملنے ان کے گھر گئے جس میں کپاس کے بہت سے خیمے تھے اور وہ سرادق[2](خیمہ کی بیرونی دیواروں) سے گھیرے ہوئے تھے۔ حضرت زید نے پوچھا: عمرہ کا احرام کہاں سے باندھنا چاہیے، تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجد کے لیے میقات قرن، اہل مدینہ کے لیے ذو الحلیفہ اور اہل شام کے لیے جُحفة مقرر کیا تھا۔“ [3]

2. سورج غروب ہونے تک عرفات میں ٹھہرنا واجب ہے، ان سب کے لیےجو دن میں ٹھہرے ہیں،کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غروب آفتاب تک قیام فرمایا۔ آپ نے غروب آفتاب سے پہلے کمزوروں کو عرفات سے نکلنے کی اجازت نہیں دی، جیسا کہ آپ نے مزدلفہ میں کیا، حالانکہ عرفات میں بھی اس کی حاجت اسی طرح قائم تھی ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غروب آفتاب تک عرفات میں قیام واجب ہے ۔ اس طرح رات اور دن جمع بھی ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی رات کو ٹھہرے اور دن کے وقت نہ ٹھہر سکے تو اس کا قیام صحیح ہے،خواہ وہ تھوڑے وقت کے لیے ہی ہو۔ اس میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : **الحَجُّ عَرَفَةُ، مَنْ جَاءَ لَيْلَةَ جَمْعٍ قَبْلَ طُلُوعِ الفَجْرِ فَقَدْ أَدْرَكَ الحَجَّ۔**

”حج عرفات ہے۔ جو شخص عرفات کی رات طلوع فجر سے پہلے، یعنی جمع (مزدلفہ) کی رات عرفات میں پہنچ گیا، اس کا حج مکمل ہو گیا۔“ [4]

3. مزدلفہ میں رات گزارنا بھی واجب ہے۔یعنی جو آدھی رات سے پہلےمزدلفہ میں پہنچ جائے، وہ عید الاضحی کی آدھی رات کے بعد تک مزدلفہ میں ٹھہرے۔ اگر آپ آدھی رات کے بعد پہنچتے ہیں، تو آپ اتنا ہی ٹھہریں جتنا آپ کے لیے آسان ہو، اور پھر چلے جائیں۔ مزدلفہ میں رات کا قیام واجب ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: **فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللهَ عِنْدَ المَشْعَرِ الْحَرَامِ۔**

”جب تم عرفات سے نکلو تو مشعرِ حرام میں اللہ کو یاد کرو“۔[5]

---

[1]اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 133 اور امام مسلم، حدیث نمبر 1182۔ حدیث کے الفاظ بخاری سے لیے گئے ہیں۔

[2]اسے امام مسلم نے روایت کیا، حدیث نمبر 15 اور 1182۔

[3]اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 1522۔

[4]اسے امام ترمذی نے اپنی جامع حدیث نمبر 889 میں روایت کیا ہے۔

[5] سورة البقرة، 198

مزدلفه میں رات گزارنے کا وقت طلوع فجر تک ہونےکی دلیل عروہ بن مضرس طائی کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : مَنْ أدرَكَ معنا هذه الصلاة، وأتى عَرَفَاتٍ قبلَ ذلك ليلاً أو نهاراً فقد تم حجُّه وقضى تفَثَه۔

"جو شخص ہمارے ساتھ یہ نماز پڑھے اور دن یا رات میں اس سے پہلے عرفات پہنچے تو اس کا حج مکمل ہو گیا اور اس نے اپنے مناسک ادا کر لیے۔"[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات میں ہی، فجر سے پہلے سامان اور ضعیف لوگوں کو مزدلفہ سے منیٰ کی طرف روانہ کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

بَعَثَنِي أَوْ قَدَّمَنِي النَّبِيُّ ﷺ فِي الثَّقَلِ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رات کو جمع (یعنی مزدلفہ) سے سامان کے ساتھ پہلے روانہ کر دیا۔"[2]

اسی طرح حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام عبداللہ نے ان سے روایت کی ہے کہ انہوں نے جمع کی رات مزدلفہ میں قیام کیا۔ انہوں نے کھڑے ہو کر کچھ دیر (تہجد) ادا کی اور پھر پوچھا کہ بیٹا کیا چاند غائب ہوگیا ہے؟ میں نے نفی میں جواب دیا۔ انہوں نے کچھ دیر تک مزید نماز پڑھی، پھر پوچھا، کیا چاند غروب ہو گیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں۔ تو انہوں نے کہا کہ ہمیں (منی کی طرف) نکلنا چاہئے۔ہم روانہ ہوئے اور آگے بڑھے یہاں تک کہ انہوں نے جمرۃ العقبۃ پر کنکریاں ماریں، پھر وہ اپنی قیام گاہ میں واپس آئیں اور فجر کی نماز ادا کی۔ میں نے ان سے کہا، سنئیے! میرا خیال ہے کہ ہم رات میں جلدی (منیٰ) آگئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا،اے میرے بیٹے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اجازت دی ہے۔[3]

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر سے روایت ہے، انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن عمر اپنے خاندان کے ضعیف لوگوں کو جلدی بھیجتے تھے۔ وہ رات کو مزدلفہ میں مشعر حرام میں قیام کرتے، اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرتے، پھر امام کے نماز کے لیےکھڑے ہونے سےپہلے اور مزدلفۃ سے روانگی سے پہلے واپس آجاتے تھے۔ ان میں سے کچھ فجر کی نماز کے لیے منیٰ میں آتے تھے اور کچھ بعد میں آتے تھے۔ جب منیٰ آجاتے تو جمرۃ العقبہ پر کنکریاں پھینکتے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں (ضعیف لوگوں کو) ایسا کرنے کی اجازت دی تھی۔"[4]

سنت یہ ہے کہ مزدلفہ میں رات طلوع فجر تک بسر کی جائے، وہاں فجر کی نماز ادا کی جائے، اور اس وقت تک قیام کیا جائے جب تک کہ خاصی روشنی نہ ہو جائے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

---

[1] امام ابوداؤد، حدیث نمبر 1950، امام ترمذی، حدیث نمبر 906، امام نسائی، حدیث نمبر 3039 اور امام ابن ماجہ، حدیث نمبر 3016۔

[2] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 1856 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1293۔

[3] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 1679 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1291۔

[4] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 1676 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1295۔

4- جمرۂ عقبہ پر کنکریاں مارنا اور ایام تشریق میں تینوں جمرات کو اپنے اپنے اوقات میں کنکریاں مارنا بھی واجب ہے۔ اس کے وجوب پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل دلالت کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن اور ایام تشریق میں جمرات پر کنکریاں ماریں اور فرمایا: لِتَأْخُذُوا مَنَاسِكَكُمْ۔

"اپنے حج کے مناسک مجھ سے سیکھ لو۔" [1]

5- مردوں کے لیے سر منڈوانا یا بال چھوٹے کروانا اور عورتوں کے لیے صرف بال چھوٹے کروانا مشروع ہے۔ اس کی دلیل کے طور پر ہمارے پاس حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ کعبہ کا طواف کریں اور صفا و مروہ کے درمیان چکر کاٹیں، اس کے بعد احرام ختم کرنے کے لیے اپنے بال منڈوائیں یا کٹوائیں۔" [2] حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی موجود ہے جس میں آتا ہے:

فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَصْحَابَهُ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً، وَيَطُوفُوا ثُمَّ يُقَصِّرُوا وَيَحِلُّوا۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ اسے عمرہ میں بدل دیں اور صفا اور مروہ کے درمیان چکر کاٹ کر اپنے بال چھوٹے کر لیں، پھر احرام کی حالت سے باہر نکل آئیں۔" [3]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيسَ على النساء الحلقُ، إنما على النِّساء التقصيرُ۔

" خواتین پر سر منڈوانا فرض نہیں ہے، صرف بال کو چھوٹا کرنا ان پر فرض ہے"۔[4]

6- ایام تشریق کی راتیں منیٰ میں گزارنا بھی واجب ہے۔ یہ گیارہویں اور بارہویں کی راتیں ہیں۔ یہ ان لوگوں کے لیے ہیں جو منٰی سے جلدی جانا چاہیں۔ جو واپسی میں تاخیر کرنا چاہیں، وہ تیرھویں کی رات بھی منٰی میں گزاریں گے۔ منیٰ میں ان راتوں کو گزارنے کے واجب ہونے کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ ایام تشریق کی راتیں (جو منیٰ میں گزاری جاتی ہیں) مکہ میں گزار لیں، تاکہ وہ حجاج کو پانی فراہم کرنے کے اپنے فریضے کو انجام دے سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔[5] اگر رات کا قیام واجب نہ ہوتا تو عباس رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لینے کی ضرورت ہی نہ پڑتی ۔

---

[1] اسے امام مسلم نے روایت کیا، حدیث نمبر 1297۔

[2] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 1731۔

[3] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 1651۔

[4] اسے امام ابوداؤد نے روایت کیا، حدیث نمبر 1985۔ حافظ ابن حجر نے کہا: اس کی سندحسن ہے۔ بلوغ المرام، ص. 222.

[5] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 1634 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1315۔

اسی طرح اگر ایام تشریق کی راتیں منیٰ میں گزارنا واجب نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چرواہوں کے علاوہ صرف حضرت عباس کو اجازت نہ دیتے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کوئی بھی حج کرنے والا منیٰ کی راتیں عقبہ سے باہر نہ گزارے۔“ [1]

4. طواف الوداع: یہ حیض اور نفاس کی حالت میں ہونے والی خواتین کے لیے ساقط ہے۔ ان پر طواف واجب نہیں ہے اور نہ ہی وہ خانہ کعبہ کا طواف کریں۔ اس کی دلیل کے طور پر ہمارے پاس حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے جس میں انہوں نے فرمایا:

”لوگوں کو آخری مناسک کے طور پر خانہ کعبہ کا طواف کرنے کا حکم دیا گیا تھا لیکن حائضہ عورتوں کو اس سے رخصت دے دی گئی“۔[2]حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک اور روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ لوگ ہر طرف نکلنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَنْفِرَنَّ أَحَدٌ حَتَّى يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِ بِالْبَيْتِ۔

”کوئی شخص اس وقت تک (مکہ سے) نہ نکلے جب تک کہ وہ خانہ کعبہ کا آخری طواف نہ کرے۔“ [3]

یہ حج کے واجبات ہیں، جو ہر حاجی پر واجب ہیں۔ جو ان کو انجام دینے میں ناکام رہے تو اسے بھیڑ یا بکری کا فدیہ دینا چاہیے۔ بھیڑ یا اونٹ کا ساتواں حصہ یا گائے کا ساتواں حصہ بھی فدیہ کے طور پر دیا جا سکتا ہے۔ یہ جانور مکہ میں ذبح کیا جائے گا اور وہاں کے غریبوں میں بانٹا جائے گا۔

حج کے باقی اعمال اور اقوال، جیسا کہ حج کی تفصیل میں آئے گا، سنت درجے کے ہیں۔ یعنی حاجی جتنی استطاعت رکھتا ہو ادا کرے، جیسے طواف قدوم (مکہ آمد کے وقت طواف)، ترویہ کے دن (8 تاریخ کو)، عرفات سے پہلی رات منی میں قیام کرنا، اضطباع اور رمل کو اپنے مخصوص مقامات پر کرنا، حجر اسود کو چومنا، ذکر، دعائیں اور صفا و مروہ پر چڑھنا، اور دیگر اعمال بھی ہیں۔

باب 10: حج کا بیان

حج کا آغاز: حج کا احرام:

[1] امام مالک نے موطا میں ابو مصعب زہری کی روایت سے حدیث نمبر 1410 روایت کی ہے۔
[2] اسے امام بخاری نے روایت کیا، حدیث نمبر 1755 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1328۔
[3] اسے امام مسلم نے روایت کیا، حدیث نمبر 1327۔

ترویه کے دن دوپہر کے وقت - جو کہ ذو الحج کا آٹھواں دن ہے - جس نے حج کا ارادہ کیا ہوا ہے تو اگر وہ مکہ میں ہے تو جہاں وہ قیام کر رہا ہے وہاں سے حج کا احرام باندھے گا، چاہے مکہ میں ہو یا اس سے باہر، مکہ سے قریب کسی جگہ پر ہو۔

مسجد حرام یا دیگر مساجد یا مقامات پر جانا اور وہاں سے احرام باندھنا سنت نہیں ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس طرح کا قصد کرنے کے بارے میں کچھ بھی منقول نہیں ہے۔

صحابہ کرام جو حجة الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور حج تمتع کا ارادہ رکھتے تھے، انہوں نے اپنے لیے کسی مخصوص جگہ کا ارادہ کیے بغیر اپنی قیام گاہ، یعنی مقامِ ابطح سے احرام باندھا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: "جب ہم پہنچے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ احرام اتار دیں، لہٰذا لوگ احرام کی پابندیوں سے باہر آ گئے۔ یہاں تک کہ جب ترویہ کا دن آیا تو دوبارہ حج کا احرام باندھا"۔[1]

حضرت جابر بن عبداللہ رضي اللہ عنهما سے روایت ہے کہ نبي ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: "أَحِلُّوا مِنْ إِحْرَامِكُمْ بِطَوَافِ البَيْتِ، وَبَيْنَ الصَّفَا وَالمَرْوَةِ، وَقَصِّرُوا، ثُمَّ أَقِيمُوا حَلاَلًا، حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَأَهِلُّوا بِالحَجِّ، وَاجْعَلُوا الَّتِي قَدِمْتُمْ بِهَا مُتْعَةً".

"خانہ کعبہ کا طواف اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرنے کے بعد اپنے احرام کی پابندیوں سے باہر آجاؤ، بال چھوٹے کرواؤ، اس کے بعد احرام کی پابندیوں سے باہر رہو یہاں تک کہ ترویہ کا دن آ جائے، اس روز حج کا احرام باندھو۔ جس حج کی بھی نیت کرکے نکلے تھے، اب حج تمتع کی نیت کرلو"۔[2]

حضرت جابر بن عبداللہ رضي اللہ عنهما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ "جب ہم احرام کی پابندیوں سے باہر آ گئے تو نبي ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ اب اُس وقت احرام باندھنا ہے جب منی روانگی ہوگی۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے مقامِ ابطح سے احرام باندھا"۔[3]

یہ احرام باندھتے وقت حاجی وہ تمام اعمال کرے گا جو میقات سے احرام باندھتے وقت کیے گئے تھے۔ اس میں نہانا دھونا، صفائی، سلے ہوئے کپڑے اتار کر احرام کے کپڑے پہننا، مشروط نیت کرنا، خوشبو لگانا اور دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد احرام احرام کی نیت کرنا، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا، سوائے اس کے کہ وہ "لبیک عمرةً" (اے اللہ! میں عمرہ کے لیے آیا ہوں) کہنے کے بجائے یوں کہے گا: "لبيك حجاً" (اے اللہ! میں حج کے لیے حاضر ہوں)۔

جب ذو الحج کے آٹھویں دن آپ نے اپنی جگہ سے احرام باندھ لیا، تو اگر آپ منیٰ میں ہیں تو وہیں ٹھہرے رہیں، اور اگر منیٰ سے باہر ہیں تو ظہر سے پہلے منیٰ پہنچ جانا سنت ہے۔ لہٰذا آپ وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں قصر کرکے پڑھیں گے لیکن ملا کر نہیں پڑھیں گے۔ اس رات کو آپ منیٰ میں گزاریں گے، جو کہ عرفات کی رات ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب ترویہ کا دن تھا، سب لوگ منیٰ روانہ ہوئے اور حج کی نیت کی۔ رسول اللہ

---

[1] اس حدیث کو امام بخاری نے حدیث نمبر 1551 کے تحت روایت کیا ہے۔
[2] اس حدیث کو امام بخاری نے حدیث نمبر 1568 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1216 کے تحت روایت کیا ہے۔
[3] اس حدیث کو امام مسلم نے حدیث نمبر 1214 کے تحت روایت کیا ہے۔

ﷺ بھی سوار ہوئے۔ آپ ﷺ نے منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں پڑھیں، پھر کچھ دیر رُکے، یہاں تک کہ سورج نکل آیا"۔[1]

عرفات میں قیام:

جب ذو الحج کے نویں دن کا سورج طلوع ہو جائے تو منیٰ سے عرفات کی طرف روانہ ہو جائیں اور دوپہر تک مسجدِ نَمِرہ پہنچ جائیں۔ اگر ایسا کرنا مشکل ہو تو اس پر کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ مسجدِ نَمِرہ کے ساتھ پڑاؤ کرنا سنت ہے، واجب نہیں ہے۔ نیز پچھلی رات کو ہی عرفات چلے جانا بھی جائز ہے۔

زوال کے بعد امام صاحب عازمینِ حج کو عرفات کا خطبہ دیتے ہیں، پھر لوگوں کو ظہر اور عصر کی نمازیں قصر کرتے ہوئے ایک ساتھ پڑھاتے ہیں۔ اسے جمع تقدیم کہا جاتا ہے، یعنی ظہر کے وقت میں ظہر اور عصر دونوں ادا کرنا۔ پہلے دو رکعتیں نماز ظہر کی اور پھر دو رکعتیں نماز عصر کی۔ جو لوگ امام سے دور ہوں، وہ میدانِ عرفات میں اپنی اپنی جگہ پر ہی گروہوں کی شکل میں نماز ادا کریں گے۔

نمازوں کی ادائیگی کے بعد حاجی کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ دعا کرے اور اس کی حمد و ثنا بیان کرے۔

اور اگر اس کے لیے آسانی سے ممکن ہو کہ وہ ان چٹانوں پر جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام پر کھڑا ہو تو یہ بہتر ہے وگرنہ میدانِ عرفات میں کسی بھی جگہ رک جائے جہاں رکنا اس کے لیے آسان ہو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ آپ ﷺ کے لیے نمرہ نے مقام پر ایک خیمہ نصب کیا جائے، آپ ﷺ روانہ ہوئے ۔۔۔ جب عرفات پہنچے تو دیکھا کہ آپ ﷺ کے لیے خیمہ لگ چکا تھا۔ آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے، جب سورج زوال پذیر ہوا تو آپ ﷺ نے حکم دیا آپ ﷺ کی اونٹی (قصواء) تیار کی جائے، جب اونٹی تیار کر دی گئی تو آپ ﷺ وادی کی نشیبی حصے میں پہنچے اور لوگوں سے خطاب کیا ۔۔۔ پھر اذان ہوئی، پھر اقامت ہوئی اور آپ ﷺ نے نماز ظہر پڑھائی، پھر اقامت ہوئی اور آپ ﷺ نے نماز عصر پڑھائی۔ ان دونوں نمازوں کے درمیان آپ ﷺ نے کوئی نماز نہیں پڑھی۔ آپ ﷺ دوبارہ سوار ہوئے اور جہاں آپ ﷺ نے ٹھہرنا تھا اُس مقام پر تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی (قصواء) کی پشت چٹانوں کی طرف کی اور لوگوں کے پیدل چلنے کے راستے کی طرف منہ کرکے قبلہ رُخ کھڑے ہوئے اور غروبِ آفتاب تک کھڑے رہے۔ جب کچھ پیلاہٹ کم ہوئی اور سورج مکمل طور پر غروب ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت اُسامہ کو اپنے پیچھے بٹھایا اور روانہ ہو گئے"۔ [2]

حاجی کے لیے عرفات کے پہاڑ پر چڑھنا سنت نہیں ہے۔ اس لیے ایسے کاموں سے پرہیز کریں جو بعض جاہل لوگ کرتے ہیں، پہاڑ پر چڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، وہاں بدعات اور غیر شرعی کام کرتے ہیں، جیسے پتھروں کو تبرک کے طور پر ہاتھ لگانا، یا پتھروں کے اوپر جو ستون کی طرح نشان بنا ہوا ہے، اُسے چومنا وغیرہ، یہ سب گمراہی کی باتیں ہیں، حضور ﷺ کی طرف سے یا صحابۂ کرام کی طرف سے اس پر کوئی دلیل نہیں ملتی۔ لہٰذا ایک حاجی کے لیے یہ بدعات کرنا حرام ہے۔

---

[1] اس حدیث کو امام مسلم نے حدیث نمبر 1214 کے تحت روایت کیا ہے۔
[2] اس حدیث کو امام مسلم نے حدیث نمبر 1214 کے تحت روایت کیا ہے۔

میدانِ عرفات سارے کا سارا ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ آپ عرفات کے اندر کسی جگہ پر بھی ٹھہر جائیں، آپ کا وقوفِ عرفات صحیح شمار ہوگا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وَقَفْتُ هَاهُنَا، وَعَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ۔ "میں یہاں ٹھہرا ہوں، لیکن عرفات سارے کا سارا ٹھہرنے کی جگہ ہے"۔[1]

آپ کے لیے بس اتنا ضروری ہے کہ آپ یقین کر لیں کہ آپ عرفات کی حدود کے اندر ہیں۔ حدودِ عرفات کو واضح کرنے کے لیے بہت سے بورڈ لگے ہوئے ہیں۔ آپ احتیاط سے اُنہیں پڑھیں۔ جسے معلوم نہ ہو سکے اس پر لازم ہے کہ کسی سے پوچھ لے۔ کیونکہ جس نے حدودِ عرفات سے باہر قیام کیا، اُس کا حج نہیں ہوا۔ حج عرفات میں داخلے سے ہی ہو سکتا ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن یعمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا، آپ ﷺ کے پاس کچھ لوگ آئے اور حج کے بارے میں پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: الْحَجُّ عَرَفَةُ، فَمَنْ أَدْرَكَ لَيْلَةَ عَرَفَةَ قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ مِنْ لَيْلَةِ جَمْعٍ، فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ۔ "حج عرفات میں داخلے سے ہی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا جو شخص عرفات کی رات میں، جو کہ مزدلفہ والی رات ہے، طلوعِ آفتاب سے پہلے عرفات پہنچ گیا، اُس کا حج مکمل ہو گیا"۔ پھر آپ ﷺ نے ایک شخص کو اپنے پیچھے سوار کیا جو اس بات کا اعلان کرنے لگا۔[2]

چند جامع اذکار اور دعائیں:

عرفات میں دعا کرتے وقت ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: "عرفات کے دن میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر تھا، آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لیے اُٹھائے۔ ایک جگہ آپ ﷺ اونٹنی ایک طرف کو جھکی اور اس کی لگام گر گئی۔ آپ ﷺ نے ایک ہاتھ سے لگام پکڑی اور دوسرا ہاتھ اُٹھائے رکھا"۔[3]

قرآن وسنت سے چند منتخب دعائیں:

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (سورة البقرة ، آیت 201).

"پروردگار ! ہمیں اس دنیا میں بھی خیر عطا فرما اور آخرت میں بھی خیر عطا فرما اور ہمیں بچا لے آگ کے عذاب سے".

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (سورة البقرة ، آیت 286).

"اے ہمارے ربّ ! ہم سے مؤاخذہ نہ فرمانا اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا ہوجائے اور اے رب ہمارے ! ہم پر ویسا بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے ان لوگوں پر ڈالا تھا جو ہم سے پہلے تھے اور اے رب ہمارے ! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈالنا جس کی ہم میں

---

[1] اس حدیث کو امام مسلم نے حدیث نمبر 1949 کے تحت روایت کیا ہے۔
[2] اس حدیث کو امام ابوداؤد نے حدیث نمبر 1214، امام ترمذی نے حدیث نمبر 889، امام نسائی نے حدیث نمبر 3016 اور امام ابن ماجہ نے حدیث نمبر 3015 کے تحت روایت کیا ہے۔

[3] اس حدیث کو امام احمد نے حدیث نمبر 21821، اور امام نسائی نے حدیث نمبر 3011 کے تحت روایت کیا ہے۔ امام ابن حجر فتح الباری (142/11) میں لکھتے ہیں کہ امام نسائی نے اس حدیث کو جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

طاقت نه ہو اور ہم سے درگزر فرماتا رہ ! اور ہمیں بخشتا رہ ! اور ہم پر رحم فرما تو ہمارا مولا ہے پس ہماری مدد فرما کافروں کے مقابلے میں".

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ (سورة آل عمران: 8).

"اے رب ہمارے ! ہمارے دلوں کو کج نہ ہونے دیجیو اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت دے دی ہے اور ہمیں تو خاص اپنے خزانۂ فضل سے رحمت عطا فرما یقیناً تو ہی سب کچھ دینے والا ہے".

رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (سورة آل عمران: 16).

"پروردگار ! ہم ایمان لے آئے پس ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لے".

رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ (سورة آل عمران: 38).

"اے میرے ربّ ! تو مجھے بھی اپنی جناب سے کوئی پاکیزہ اولاد عطا فرما دے یقیناً تو دعا کا سننے والا ہے".

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (سورة آل عمران: 147).

"اے رب ہمارے ! بخش دے ہمیں ہمارے گناہ اور اگر ہم سے اپنے کسی معاملے میں حد سے تجاوز ہوگیا ہو تو اسے معاف فرما دے اور ہمارے قدموں کو جما دے اور ہماری مدد فرما کافروں کے مقابلے میں".

رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ (سورة آل عمران: 193، 194).

"اے ہمارے ربّ ! ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی ندا دے رہا تھا کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر تو ہم ایمان لے آئے. اے ہمارے ربّ ہمارے گناہ بخش دے ! اور ہماری برائیاں ہم سے دور کر دے ! اور ہمیں وفات دیجیو اپنے نیکوکار (اور وفادار) بندوں کے ساتھ. اے ہمارے رب ہمیں بخش وہ سب کچھ جس کا تو نے وعدہ کیا ہے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعے سے اور ہمیں رسوا نہ کیجیو قیامت کے دن یقیناً تو اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرے گا".

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (سورة الأعراف: 23).

"اے ہمارے رب ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ فرمایا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہم تباہ ہونے والوں میں سے ہوجائیں گے".

حَسْبِيَ اللہ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ (سورة التوبة: 129).

"میرے لیے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی پر میں نے توکل کیا اور وہ بہت بڑے عرش کا مالک ہے".

رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ (سورة إبراهيم: 35).

"اے میرے رب اس شہر (مکہ) کو بنا دے امن کی جگہ اور بچائے رکھ مجھے اور میری اولاد کو اس سے کہ ہم بتوں کی پرستش کریں".

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ (سورة إبراهيم: 40، 41).

"اے میرے پروردگار ! مجھے بنا دے نماز قائم کرنے والا اور میری اولاد میں سے بھی اے ہمارے پروردگار ! میری اس دعا کو قبول فرما. اے ہمارے پروردگار ! مجھے، میرے والدین اور تمام مؤمنین کو بخش دے جس دن حساب قائم ہو".

رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا (سورة الكهف: 10).

"اے ہمارے رب ! تو ہمیں عطا فرما اپنے پاس سے رحمت اور آسان فرما دے ہمارے لیے ہمارے معاملات میں عافیت کا راستہ".

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي (طه: 25، 26).

"اے میرے پروردگار ! میرے لیے میرے سینے کو کھول دے اور میرے اس کام کو میرے لیے آسان کر دے".

رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (سورة طه: 114).

"اے میرے رب ! میرے علم میں اضافه فرما".

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ (سورة الأنبياء: 87).

"تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اور یقیناً میں ہی ظالموں میں سے ہوں".

رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ (سورة الأنبياء: 89).

"پروردگار ! مجھے اکیلا نه چھوڑ اور یقیناً تو ہی بہترین وارث ہے".

رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ (سورة المؤمنون: 97، 98).

"اے میرے رب ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں شیاطین کی اکساہٹوں سے اور اے میرے رب ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں اس سے که وہ میرے پاس آئیں".

رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا (سورة الفرقان: 65، 66).

"اے ہمارے ربّ ! عذاب جہنم کو ہم سے پھیر دے یقیناً اس کا عذاب چمٹ جانے والی شے ہے۔ یقیناً وہ بہت بری جگه ہے مستقل ٹھکانے کے لیے بھی اور عارضی قیام کے لیے بھی"۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا (سورة الفرقان: 74).

"اے ہمارے پروردگار ! ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا"۔

رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ (سورة النمل: 19).

"اے میرے پروردگار ! مجھے توفیق دے کہ میں شکر ادا کروں تیری اس نعمت کا جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا کی ہے اور یہ کہ میں اچھے اعمال کروں جن سے تو راضی ہو اور مجھے داخل کرنا اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں"۔

رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِين (سورة الأحقاف: 15).

"اے میرے پروردگار ! مجھے توفیق دے کہ میں شکر کرسکوں تیرے انعامات کا جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمائے۔ اور یہ کہ میں ایسے اعمال کروں جنہیں تو پسند کرے اور میرے لیے میری اولاد میں بھی اصلاح فرما دے۔ میں تیری جناب میں توبہ کرتا ہوں اور یقینا میں تیرے فرمانبرداروں میں سے ہوں"۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (سورة الحشر: 10).

"اے ہمارے ربّ ! تو بخش دے ہمیں بھی اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کوئی کدورت نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے رب بیشک تو نہایت شفیق اور رحم فرمانے والا ہے"۔

اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْإِيمَانَ وَزَيِّنْهُ فِي قُلُوبِنَا، وَكَرِّهْ إِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ، وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِينَ.

"اے اللہ ہمارے لیے ایمان کو محبوب بنا اور اسے ہمارے دلوں میں مزین کر، اور کفر، بے حیائی اور معصیت کو ہمارے لیے قابل نفرت بنا، اور ہمیں ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل کر"۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ، وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ، وَشَرِّ فِتْنَةِ الْغِنَى، وَشَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْ قَلْبِي بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّ قَلْبِي مِنْ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنْ الدَّنَسِ، وَبَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ. اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ الْكَسَلِ وَالْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ.

"اے اللہ میں آگ کے فتنے اور آگ کے عذاب سے، قبر کے فتنے سے، قبر کے عذاب سے، اور دولت کے فتنہ کے شر سے اور فقر کے فتنے کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ میں مسیح دجال کے فتنے کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ میرے دل کو برف اور اولوں کے پانی سے دھو دے اور میرے دل کو گناہوں سے ایسے پاک کردے جس طرح تو سفید کپڑے کو گندگی سے پاک کرتا ہے۔ اور مجھے میرے گناہوں سے دور کر جیسا کہ تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ رکھا ہے۔ اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں سستی، گناہ اور قرض سے"۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ، وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ، وَالْهَرَمِ، والْبُخْلِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ.

"اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں عاجزی، کاہلی، بزدلی، بوڑھا پن اور کنجوسی سے، اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے، اور زندگی اور موت کی آزمائشوں سے"۔

اللهمَّ إنِّي أعُوذُ بِكَ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ، وَدَرَكِ الشَّقَاءِ، وَسُوءِ الْقَضَاءِ، وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ.

"اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں مصیبت کی سختیوں سے، مصائب کے آنے سے، برے فیصلے سے، اور اپنی مشکلات پر دشمنوں کی خوشی سے"۔

اللَّهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِي الَّذِي هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِي، وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِي فِيهَا مَعَاشِي، وَأَصْلِحْ لِي آخِرَتِي الَّتِي فِيهَا مَعَادِي، وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِي فِي كُلِّ خَيْرٍ، وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِي مِنْ كُلِّ شَرٍّ.

"اے اللہ میرے لیے میرے دین کو درست کر دے جو میرے معاملات کی حفاظت ہے اور میرے لیے میری دنیا درست کر دے جس میں میرا ذریعہ معاش ہے۔ اور میرے لیے میری آخرت سنوار دے جس میں میری واپسی ہے، اور میرے لیے زندگی کو ہر قسم کی بھلائی میں اضافے کا باعث بنا، اور موت کو میرے لیے ہر قسم کی برائی سے نجات کا باعث بنا"۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى، وَالتُّقَى، وَالْعَفَافَ، وَالْغِنَى.

"اے اللہ میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، عفت اور دولت مندی کا سوال کرتا ہوں"۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ، وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ، وَالْبُخْلِ، وَالْهَرَمِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ، اللَّهُمَّ آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا.

"اے اللہ میں اپاہج پن، سستی، بزدلی، کنجوسی، بڑھاپے کی کمزوری اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ میرے نفس کو اس کا تقویٰ عطا فرما اور اسے پاک کر کیونکہ توہی اس کو بہترین طریقے سے پاک کرنے والا ہے، تو ہی اس کا محافظ اور نگہبان ہے"۔

اللَّهُمَّ اهْدِنِي وَسَدِّدْنِي، اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى وَالسَّدَادَ.

"اے اللہ میری رہنمائی کر اور مجھے صحیح راستے کی طرف لے جا، اے اللہ میں آپ سے ہدایت اور صحیح راستے پر ثابت قدم رہنے کا سوال کرتا ہوں"۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ، وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ، وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ، وَجَمِيعِ سَخَطِكَ.

"اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں تیرے فضل کے بند ہونے سے، تیری عافیت کے بدل جانے سے، تیرے عذاب کے اچانک آنے سے اور تیرے ہر طرح کے غصے سے"۔

اللَّهُمَّ أَكْثِرْ مَالِي، وَوَلَدِي، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَنِي.

"اے اللہ میرے مال اور میری اولاد میں اضافہ فرما اور جو کچھ تو نے مجھے دیا ہے اس میں برکت عطا فرما"۔

لَا إِلَهَ إِلَّا الله الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا الله رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، لَا إِلَهَ إِلَّا الله رَبُّ السَّمَوَاتِ، وَرَبُّ الْأَرْضِ، وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ.

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی عظیم ہے، بردبار ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی عرشِ عظیم کا رب ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی آسمانوں کا رب، زمین کا رب اور عرشِ کریم کا رب ہے"۔

اللَّهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ ابْنُ عَبْدِكَ ابْنُ أَمَتِكَ، نَاصِيَتِي بِيَدِكَ، مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ، أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ، أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ، أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيعَ قَلْبِي، وَنُورَ صَدْرِي، وَجَلَاءَ حُزْنِي، وَذَهَابَ هَمِّي.

"اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے کا بیٹا ہوں، تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، مجھ پر تیرا حکم چلتا ہے، مجھ پر تیرا فیصلہ عدل پر مبنی ہے۔ میں تجھ سے تیرے ہر اُس نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں جو تو نے اپنے لیے رکھا ہے، یا اپنی کسی کتاب میں اتارا ہے، یا اپنی کسی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے، یا تو نے اس نام کو اپنے غیب کے علم رکھنا پسند کیا ہے، کہ تو قرآن کو میرے دل کی بہار بنا دے، میرے سینے کا نور بنا دے اور اسے میرے غم کو ختم کرنے اور میری پریشانیوں کو دور کرنے کا ذریعہ بنا دے"۔

اللَّهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ.

"اے اللہ، اے دلوں کو پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے"۔

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّت قَلْبِي عَلَى دِينِكَ.

"اے دلوں کو پھیرنے والے ! میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ"۔

اللَّهُمَّ إِنَّكَ عُفُوٌّ كَرِيمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي.

"اے اللہ، آپ بہت زیادہ معاف کرنے والے ہیں، کریم ہیں، معاف کرنا آپ کو پسند ہے۔ مجھے معاف کر دیں"۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ، وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ، وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ، وَأَنْ تَغْفِرَ لِي، وَتَرْحَمَنِي، وَإِذَا أَرَدْتَ فِتْنَةَ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِي غَيْرَ مَفْتُونٍ، وَأَسْأَلُكَ حُبَّكَ، وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ، وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنِي إِلَى حُبِّكَ.

"اے اللہ، میں تجھ سے نیکی کرنے، گناہوں کو چھوڑنے اور مسکینوں سے محبت کرنے کا سوال کرتا ہوں۔ اور یہ کہ تو مجھے بخش دے، مجھ پر رحم کر، اور اگر تو کسی قوم کو فتنے میں مبتلا کرنا چاہے تو مجھے اُس فتنے میں مبتلا کیے بغیر موت دے دینا۔ میں آپ سے آپ کی محبت، آپ سے محبت کرنے والوں کی محبت، اور ہر اُس کام کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو مجھے آپ کی محبت کے قریب لے جائے"۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهِ: عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ، مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ، مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ. اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ بِكَ مِنْهُ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ. اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ، وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ، وَأَسْأَلُكَ أَنْ تَجْعَلَ كُلَّ قَضَاءٍ قَضَيْتَهُ لِي خَيْرًا.

"اے اللہ، میں تجھ سے ہر بھلائی کا سوال کرتا ہوں، فوری ہو یا تاخیر سے، میں اس کے بارے میں جانتا ہوں یا نہیں جانتا۔ اسی طرح میں ہر برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں، فوری ہو یا تاخیر سے، میں اس کے بارے میں جانتا ہوں یا نہیں جانتا۔ اے اللہ میں تجھ سے ہر وہ بھلائی مانگتا ہوں جو تیرے بندے اور نبی نے تجھ سے مانگی ہے اور میں ہر اس برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس سے تیرے بندے اور نبی نے تیری پناہ مانگی ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور ہر اُس قول یا عمل کا جو مجھے اس کے قریب کر دے اور میں آگ سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور ہر اُس قول یا عمل سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں جو مجھے آگ کے قریب کر دے۔ اور میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے لیے تو نے جو بھی فیصلہ کیا ہے اس میں میرے لیے خیر وبھلائی رکھ دے"۔

اللَّهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُولُ بِهِ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيكَ، وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهِ جَنَّتَكَ، وَمِنَ الْيَقِينِ مَا تُهَوِّنُ بِهِ عَلَيْنَا مَصَائِبَ الدُّنْيَا، اللَّهُمَّ مَتِّعْنَا بِأَسْمَاعِنَا، وَأَبْصَارِنَا، وَقُوَّاتِنَا مَا أَحْيَيْتَنَا، وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا عَلَى مَنْ ظَلَمَنَا، وَانْصُرْنَا عَلَى مَنْ عَادَانَا، وَلَا تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا فِي دِينِنَا، وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا، وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا، وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا.

اے اللہ ہمارے حصے میں اپنا خوف اس قدر ڈال دے جو ہمارے اور تیری نافرمانی کے درمیان حائل ہو جائے اور ہمارے حصے میں اپنی اطاعت اس قدر ڈال دے کہ جس سے تو ہمیں اپنی جنت میں لے جائے۔ اور ہمارے حصے میں یقین اس قدر ڈال دے کہ جس کی بدولت تو ہمارے لیے دنیا کی مصیبتوں کو آسان بنا دے۔ اے اللہ ہمیں ہماری سماعتوں، ہماری بینائیوں اور ہماری دیگر قوتوں سے لطف اندوز ہونے دے جب تک کہ تو ہمیں زندگی بخشے اور اس لطف اندوزی کو ہمارے وارثوں میں بھی منتقل فرما دے۔ اے اللہ، ہمارا انتقام ان لوگوں سے لے جنہوں نے ہم پر ظلم کیا اور ہمیں ان لوگوں پر فتح عطا فرما جو ہم سے دشمنی کرتے ہیں اور ہمارے دین میں ہمیں آزمائش نہ دینا۔ اے اللہ، دنیاداری کو ہی ہماری فکر یا ہمارے علم کا اصل مقصد نہ بننے دے، اور جو ہم پر رحم نہیں کرتے اُنہیں ہم پر مسلط نہ کر"۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعوذُ بِكَ مِنَ الجُبْنِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ البُخْلِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أُرَدَّ إِلَى أَرْذَلِ العُمُرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ القَبْرِ.

"اے اللہ میں بزدلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں، بخل سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ بدترین عمر کی طرف لوٹا دیا جاؤں، اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں دنیا کی آزمائشوں اور عذاب سے"۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي، وَجَهْلِي، وَإِسْرَافِي فِي أَمْرِي، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي هَزْلِي، وَجِدِّي، وَخَطَئِي، وَعَمْدِي، وَكُلُّ ذَلِكَ عِنْدِي.

"اے اللہ، میرے گناہ معاف فرما، میری جہالت، میرا اپنے معاملات میں اسراف اور جو کچھ تو مجھ سے بہتر جانتا ہے، معاف فرما۔ اے اللہ، میری تمام کوتاہیاں معاف فرما جو مذاق میں ہوئی ہوں یا سنجیدگی میں، غلطی سے ہوئی ہوں یا جان بوجھ کر، کیونکہ میں جانتا ہوں کی یہ سب کوتاہیاں میرے کھاتے میں موجود ہیں"۔

اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا، وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ. فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ.

"اے اللہ، میں نے اپنے آپ پر بہت ظلم کیا ہے اور صرف تو ہی گناہوں کو معاف کرتا ہے۔ تو مجھے اپنے پاس سے خصوصی طور پر بخشش عطا فرما اور مجھ پر رحم فرما، بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے"۔

اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ. اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِعِزَّتِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَنْ تُضِلَّنِي، أَنْتَ الْحَيُّ الَّذِي لَا يَمُوتُ، وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ يَمُوتُونَ.

اے اللہ، میں نے تیری فرمانبرداری کی ہے، تجھ پر ایمان لایا ہوں، تجھ پر بھروسہ کیا ہے، تیری طرف توبہ کے ساتھ رجوع کیا ہے اور تیری خاطر لوگوں سے لڑائی مول لی ہے۔ اے اللہ، میں تیری عزت کی پناہ مانگتا ہوں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں کہ کہیں تو مجھے گمراہ نہ کر دے، تو زندہ ہے جسے موت نہیں آتی جبکہ تمام جن و انس کو موت آتی ہے"۔

اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ، وَرَبَّ الْأَرْضِ، وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوَى، وَمُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْفُرْقَانِ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ، اللَّهُمَّ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ، اقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَأَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ.

"اے اللہ، اے آسمانوں کے رب، اے زمین کے رب، اے عرشِ عظیم کے مالک، اے ہمارے رب اور ہر چیز کے رب، اے دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والے، اور تورات، انجیل اور قرآن کے نازل کرنے والے، میں ہر اُس چیز کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں جسے تو نے پیشانی سے پکڑا ہوا ہے۔ اے اللہ، تو سب سے پہلے ہے، تجھ سے پہلے کوئی نہیں، سب سے آخر میں بھی تو ہے، تیرے بعد کوئی نہیں، تو سب سے اُوپر ہے، تجھ سے بلند کوئی نہیں اور تو سب سے قریب ہے، تجھ سے زیادہ قریب کوئی نہیں۔ اے اللہ، ہمارا قرض اُتار دے اور ہمیں فقیری سے نکال کر غنی بنا دے"۔

اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ، وَشُكْرِكَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ.

"اے اللہ، میری مدد فرما کہ میں تیرا ذکر کروں، تیرا شکر ادا کروں اور احسن طریقے سے تیری عبادت کروں"۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ، وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ، وَضَلَعِ الدَّيْنِ، وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ.

"اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں فکر اور غم سے، کسی کام کے نہ کر پانے اور سستی سے، بخل اور بزدلی سے، قرض کے بوجھ سے اور لوگوں کے غلبہ سے"۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ.

"اے اللہ میں آگ کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ، میں تیری پناہ چاہتا ہوں فتنوں سے، خواہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ، اور میں دجال کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں"۔

اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِي شَرَّمَا قْضَيْتَ، إِنَّهُ لا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ.

"اے اللہ، مجھے ہدایت دے اُن لوگوں کے ساتھ جنہیں تو نے ہدایت دی، مجھے شفا دے اُن لوگوں کے ساتھ جنہیں تو نے شفا دی، میرا خیال رکھ اُن لوگوں کے ساتھ جن کی تو نے نگہداشت کی، اور جو کچھ تو نے مجھے دیا ہے اس میں مجھے برکت عطا فرما۔ اور مجھے اپنی قضا کے زد میں آنے سے بچا۔ یقیناً جسے تو دوست رکھتا ہے وہ کبھی کمزور نہیں ہوتا۔ بہت بابرکت ہے تو اے ہمارے رب اور بہت اونچی شان والا ہے"۔

لاَ إِلَهَ إِلاَّ الله وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ، لَهُ المُلْكُ وَلَهُ الحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ.

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لیے سب تعریف ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

مزدلفہ میں رات گزارنا:

عرفات کے دن مکمل غروب آفتاب کے بعد، حاجی مزدلفہ کی طرف روانہ ہوتا ہے۔ تمام حجاج کو چاہیے کہ آرام و سکون سے چلیں، اور دیگر حاجیوں کو، جو اُن کے دینی بھائی ہیں، بغیر کوئی تکلیف پہنچائے یہ سفر طے کریں۔ مغرب کی نماز تین اور رات کا کھانا دو رکعت ہے۔

مزدلفہ پہنچ کر سب سے پہلے، سامان اتارنے سے بھی پہلے، نماز پڑھنی ہے۔ مغرب اور عشاء کی نماز اکٹھی پڑھنا ہے۔ مغرب کی نماز تین رکعتیں اور عشاء کی نماز دو رکعت پڑھنا ہے۔

مزدلفہ میں رات گزارنا ضروری ہے۔ کمزور مردوں اور عورتوں کے لیے آدھی رات کے بعد مزدلفہ سے منی روانہ ہونا جائز ہے، جیسا کہ حج کے فرائض میں بیان کیا جا چکا ہے۔

رہا وہ شخص جو نہ ضعیف ہے اور نہ ہی کسی ضعیف کا ساتھ ہے تو اس کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ مزدلفہ میں فجر تک رات گزارے، وہاں فجر کی نماز پڑھے اور اس وقت تک قیام کرے جب تک کہ بہت روشنی نہ ہو جائے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے۔

فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد اگر آسانی سے ممکن ہو تو مشعرِ حرام کے پاس آنا ہے اور قبلہ رُخ ہو کر اللہ کی وحدانیت بیان کرنا ہے، تکبیر کہنا ہے، کلمۂ طیبہ کا ورد کرنا ہے اور روشنی ہونے تک اللہ سے جو چاہیے اُس کی دعا کرنا ہے۔ طلوعِ آفتاب مزدلفہ سے منی کی طرف روانہ ہونا ہے۔

اگر آسانی سے مشعرِ حرام جانا ممکن نہ ہو تو مزدلفہ میں اپنی جگہ سے ہی قبلہ رُخ ہو کر اللہ کی وحدانیت بیان کرنا ہے، تکبیر کہنا ہے، کلمۂ طیبہ کا ورد کرنا ہے اور دعا کرنی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نَحَرْتُ هَاهُنَا، وَمِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ، فَانْحَرُوا فِي رِحَالِكُمْ، وَوَقَفْتُ هَاهُنَا، وَعَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ، وَوَقَفْتُ هَاهُنَا، وَجَمْعٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ

"میں نے یہاں قربانی کی ہے اور منی سارے کا سارا قربان گاہ ہے، لہذا تم سب اپنی اپنی جگہ پر قربانی کرو۔ اور میں یہاں ٹھہرا ہوں جبکہ عرفات سارے کا سارا ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ اور میں یہاں ٹھہرا ہوں جبکہ مزدلفہ سارے کا سارا ٹھہرنے کی جگہ ہے"۔[1]

مذکورہ بالا تمام اعمال حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت کردہ طویل حدیث میں ہے: آپ ﷺ کھڑے رہے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور اُس کی پیلاہٹ قدرے کم ہو گئی اور سورج منظر سے غائب ہو گیا تو آپ ﷺ نے حضرت اُسامہ کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا۔ آپ ﷺ نے اپنی اُونٹنی "قصواء" کی لگام کھینچ کر پکڑی ہوئی تھی، اُس کا سر

زین کے اگلے حصے کو چھونے لگا۔ آپ ﷺ دائیں ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہے تھے "اے لوگو! سکون کے ساتھ چلو، اے لوگو! سکون کے ساتھ چلو" جب بھی آپ ﷺ کسی ٹیلے پر چڑھتے تو اس کی لگام کو تھوڑا سا ڈھیل دے دیتے تاکہ وہ چڑھ جائے۔ اس کے بعد آپ ﷺ مزدلفہ آئے جہاں انہوں نے مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ادا کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان نفل نماز نہیں پڑھی۔ پھر فجر تک لیٹ گئے اور فجر کی نماز ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ پڑھی۔ اس کے بعد آپ ﷺ قصواء پر سوار ہوئے اور مشعر الحرام آئے۔ آپ ﷺ نے قبلہ کی طرف رخ کیا، اللہ کی حمد و

[1] اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے، حدیث نمبر 1218 اور 149.

ثنا کی، اس کی عظمت، اس کی انفرادیت اور اس کی وحدانیت کا اعلان کیا، اور اس وقت تک کھڑے رہے جب تک کہ دن بالکل واضح نہ ہوگیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج نکلنے سے پہلے روانہ ہوگئے۔[1]

مزدلفہ سے منیٰ تک پیدل چلنا اوروہاں قیام کرنا:

قربانی کے دن، یعنی عید الاضحیٰ کے دن جو کہ ذی الحج کی دسویں تاریخ ہے، حاجی طلوعِ آفتاب سے پہلے مزدلفہ سے منیٰ کی طرف روانہ ہوتا ہے اور جب منیٰ پہنچتا ہے تو چار اعمال کرتا ہے، یعنی:

1- جمرة العقبہ کو کنکریاں مارنا جو کہ بڑا شیطان ہے اور جمرات کے آخر میں ہے:

چنانچہ حاجی سات چھوٹی کنکریاں، جو چنے سے تھوڑی بڑی ہوں، جس جگہ سے بھی اٹھا سکے، اٹھاتا ہے، انہیں اٹھانے کے لیے کوئی خاص جگہ نہیں ہے، جہاں سے بھی آسانی سے ملیں، لے سکتا ہے۔ پھر جمرة العقبہ کو ایک ایک کرکے مارتا ہے، اور اس کے ساتھ تکبیر کہتا ہے۔ ہر کنکری، "اللہ اکبر" (اللہ سب سے بڑا ہے) کہتے ہوئے پھینکتا ہے۔ کنکریاں ایک ہی بار ساری نہیں پھینکنی، بلکہ ایک ایک کرکے مارنی ہیں۔

اگر آسانی سے ممکن ہو تو وادی کے نشیبی حصے سے رمی کرنا چاہیے، یعنی خانہ کعبہ کو بائیں طرف اور منی کو دائیں طرف رکھتے ہوئے۔ عبد الرحمن بن یزید روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب جمرة العقبہ پر پہنچے تو خانہ کعبہ کو بائیں طرف اور منی کو دائیں طرف رکھتے ہوئے سات کنکریں ماریں اور کہا: یہ رمی میں نے اُن کی طرح کی ہے جن پر سورہ بقرہ نازل ہوئی تھی۔[2]

رمی صرف کنکریوں کے ذریعے کرنا جائز ہے۔ دیگر اشیاء جیسے جوتے وغیرہ پھینکنا جائز نہیں ہے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ کنکریاں اُس جگہ پر گریں جو کنکریاں پھینکنے کے لیے مخصوص کی گئی ہے۔ گوکہ یہ شرط نہیں کہ کنکریاں وہیں پر رُک جائیں اور ادھر اُدھر نہ گریں۔

2. تمتع اور قِران حج کرنے والے کے لیے قربانی کا حکم ہے اگر با آسانی میسر ہو۔ قربانی کے لیے آپ کسی کو اپنا وکیل بھی بنا سکتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

قربانی کی تفصیل اور ذبح کے وقت کے حوالے سے ہم پہلے ہی بات کر چکے ہیں۔

3. سر منڈوانا یا بال چھوٹے کروانا: مردوں کے لیے سر کے بال منڈوانا سنت ہے۔ اگر بال چھوٹے کروا لیے جائیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ۔

"ان شاء اللہ تم ضرور مسجدِ حرام میں پورے امن کے ساتھ داخل ہوگے۔ اپنے سر منڈواؤ گے اور بال ترشواؤ گے"۔[3]

---

[1] اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے، حدیث نمبر 1218۔

[2] اس حدیث کو امام بخاری نے حدیث نمبر 1748 کے تحت اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1296 کے تحت روایت کیا ہے۔

[3] سورۃ الفتح، آیت 27۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنے بال نہیں ترشوائے، بلکه سر منڈوایا تھا۔ حضرت انس بن مالک رضی الله عنه سے روایت ہے: " رسول الله ﷺ منی میں تشریف لائے، پھر جمرة العقبه آئے، رمی کی، پھر منی میں اپنی قیام گاہ پر آئے اور قربانی کی، پھر حجام سے کہا که دائیں طرف سے کاٹو، پھر بائیں طرف سے"۔[1]

حضور اکرم ﷺ نے سر منڈوانے والوں کے لیے تین دفعه اور بال ترشوانے والوں کے لیے ایک دفعه دعا کی۔ حضرت عبد الله بن عمر رضی الله عنه فرماتے ہیں که رسول الله ﷺ نے فرمایا:

"رَحِمَ اللهُ الْمُحَلِّقِينَ" (الله سر منڈوانے والوں پر رحم فرمائے)۔

صحابه کرام نے پوچھا: یا رسول الله، بال ترشوانے والوں کے لیے آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "رَحِمَ اللهُ الْمُحَلِّقِينَ" (الله سر منڈوانے والوں پر رحم فرمائے)۔

صحابه کرام نے پھر پوچھا: یا رسول الله، بال ترشوانے والوں کے لیے آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

"رَحِمَ اللهُ الْمُحَلِّقِينَ" (الله سر منڈوانے والوں پر رحم فرمائے)۔

صحابه کرام نے پھر پوچھا: یا رسول الله، بال ترشوانے والوں کے لیے آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "وَالْمُقَصِّرِينَ" (بال ترشوانے والوں پر بھی)۔[2]

آپ سر منڈوائیں یا بال چھوٹے کروائیں آپ کو تمام سر کے بال منڈوانے یا ترشوانے ہونگے۔

جہاں تک خواتین کا تعلق ہے، وہ اپنے بالوں کے سرے صرف انگلی کے ایک پور کے برابر کٹوائیں گی۔

حاجی جب جمرة العقبه پر کنکریاں مارنے اور اپنا سر منڈوانے یا ترشوانے سے فارغ ہوتا ہے تو اس کے لیے احرام کی تمام ممانعتیں جائز ہوجاتی ہیں سوائے اپنی بیوی کے پاس جانے کے۔ اس طرح اس کے لیا پتلون، بنیان، پاجامه، کپڑے وغیرہ پہننا، عطر لگانا، اور بال اور ناخن کاٹنا جائز ہوجائے گا۔ یعنی تمام ممانعتیں، سوائے اپنی بیوی کے پاس جانے کے، اس کے لیے جائز ہو جائیں گی۔ اسے "ممانعتیں ختم ہونے کا پہلا مرحله" کہا جاتا ہے، اس ۔مرحلے پر خوشبو لگانا سنت ہے حضرت عائشه رضی الله عنہا سے روایت ہے که آپ نے فرمایا: كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللهِ ﷺ لِإِحْرَامِهِ حِينَ يُحْرِمُ، وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ۔

"میں رسول الله ﷺ کو عطر لگاتی تھی جب آپ ﷺ احرام پہنتے تھے، اور جب آپ ﷺ بیت الله کا طواف کرنے سے پہلے احرام کی ممانعتوں سے باہر آتے تھے"۔[3] ایک اور روایت میں ہے: كُنْتُ أُطَيِّبُ النَّبِيَّ ﷺ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ، وَيَوْمَ النَّحْرِ، قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ، بِطِيبٍ

[1] اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے، حدیث نمبر 1305۔
[2] اس حدیث کو امام بخاری نے حدیث نمبر 1727 کے تحت اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1301 کے تحت روایت کیا ہے۔
[3] اس حدیث کو امام بخاری نے حدیث نمبر 1539 کے تحت اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1189 اور حدیث نمبر 33 کے تحت روایت کیا ہے۔

فِيهِ مِسْكٌ۔ "میں رسول اللہ ﷺ کو عطر لگاتی تھی جب آپ ﷺ احرام پہنتے تھے، اور عید الاضحیٰ کے دن بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے۔ میں جو عطر لگاتی تھی اُس میں مشک ہوتا تھا"۔[1]

4. بیت اللہ کا طواف: اس طواف کو طوافِ افاضہ، طواف، زیارت اور طوافِ حج بھی کہتے ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے:

ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ۔

"پھر اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں، اور اس قدیم گھر کا طواف کریں"۔[2]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ کے حج کا وصف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَفَاضَ إِلَى الْبَيْتِ، فَصَلَّى بِمَكَّةَ الظُّهْرَ۔

"پھر آپ ﷺ سوار ہوئے اور بیت اللہ آکر طوافِ افاضہ کیا اور نمازِ ظہر مکہ میں ادا کی"۔[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حَجَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَأَفَضْنَا يَوْمَ النَّحْرِ۔

"ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کیا اور قربانی کے دن طوافِ افاضہ کیا"۔[4]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ کے حج کا وصف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وَنَحَرَ هَدْيَهُ يَوْمَ النَّحْرِ، وَأَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ۔

"آپ ﷺ نے قربانی کے دن اپنا جانور ذبح کیا اور بیت اللہ آکر طوافِ افاضہ کیا، پھر آپ ﷺ احرام کی تمام ممانعتوں سے باہر آگئے جو آپ ﷺ پر عائد تھیں"۔[5]

اگر آپ حج تمتع کر رہے ہیں تو طوافِ افاضہ کرنے کے بعد آپ پر صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا واجب ہوگی۔ کیونکہ آپ کی پہلی سعی عمرہ کی سعی تھی، اب آپ پر حج کی سعی کرنا لازم ہے۔ کیونکہ عمرہ ایک عبادت ہے اور حج دوسری عبادت ہے، اور یہ عبادت سعی کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا۔

"یقیناً صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ لہٰذا جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے، اس کے لیے کوئی گناہ کی بات نہیں کہ وہ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سعی کر لے"۔[6]

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے حجِ تمتع کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا:

---

[1] اس حدیث کو امام مسلم نے حدیث نمبر 1191 اور حدیث نمبر 46 کے تحت روایت کیا ہے۔
[2] سورة الحج، آیت 29۔
[3] اس حدیث کو امام مسلم نے حدیث نمبر 1218 کے تحت روایت کیا ہے۔
[4] اس حدیث کو امام بخاری نے ان الفاظ کے ساتھ، حدیث نمبر 1733 کے تحت روایت کیا ہے۔
[5] اس حدیث کو امام بخاری نے حدیث نمبر 1691 کے تحت اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1227 کے تحت روایت کیا ہے۔
[6] سورة البقرة، آیت 158۔

أَهَلَّ الْمُهَاجِرُونَ، وَالأَنْصَارُ، وَأَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَجَّةِ الوَدَاعِ، وَأَهْلَلْنَا، فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: اجْعَلُوا إِهْلاَلَكُمْ بِالحَجِّ عُمْرَةً، إِلَّا مَنْ قَلَّدَ الهَدْيَ، فَطُفْنَا بِالْبَيْتِ، وَبِالصَّفَا وَالمَرْوَةِ، وَأَتَيْنَا النِّسَاءَ، وَلَبِسْنَا الثِّيَابَ، وَقَالَ: مَنْ قَلَّدَ الهَدْيَ، فَإِنَّهُ لاَ يَحِلُّ لَهُ حَتَّى يَبْلُغَ الهَدْيُ مَحِلَّهُ، ثُمَّ أَمَرَنَا عَشِيَّةَ التَّرْوِيَةِ أَنْ نُهِلَّ بِالحَجِّ، فَإِذَا فَرَغْنَا مِنَ المَنَاسِكِ، جِئْنَا فَطُفْنَا بِالْبَيْتِ، وَبِالصَّفَا وَالمَرْوَةِ، فَقَدْ تَمَّ حَجُّنَا وَعَلَيْنَا الهَدْيُ.

تمام مہاجرین وانصار صحابہ کرام اور ازواج نبی ﷺ نے حجة الوداع کے موقع پر احرام باندھا۔ جب ہم مکہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام لوگ اپنے حج کے احرام کو عمرہ کے احرام میں بدل دیں، سوائے ان کے جو اپنے قربانی کے جانور ساتھ لائیں ہیں۔ سو ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا، صفا مروہ کے درمیان سعی کی، اپنی بیویوں کے پاس گئے اور اپنے کپڑے پہنے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جو قربانی کے جانور ساتھ لایا ہے اس کے لیے جائز نہیں کہ احرام کی پابندیوں سے باہر آئے یہاں تک کہ قربانی کے جانور حلال نہ کر دے۔ پھر آپ ﷺ نے ہمیں یوم الترویہ کی رات کو حکم دیا کہ ہم حج کا احرام باندھیں۔ جب ہم تمام مناسکِ حج ادا کر چکے تو ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا، صفا مروہ کے درمیان سعی کی اور اس طرح ہمارا حج مکمل ہوا۔ باقی صرف قربانی رہ گئی۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا، انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا، صفا مروہ کے درمیان سعی کی، احرام کی پابندیوں سے باہر آئے، *پھر منی سے واپسی پر ایک اور طواف کیا جو حج کا طواف تھا۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے حج اور عمرہ کو اکٹھا کیا تھا، انہوں نے صرف ایک طواف کیا۔*

اگر آپ حج اِفراد یا حجِ قِران کر رہے ہیں اور طوافِ قدوم کے بعد سعی بھی کر لی تھی، تو آپ سعی دوبارہ نہیں کریں گے۔ کیونکہ آپ پیشگی سعی کر چکے ہیں۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ ﷺ وَلَا أَصْحَابُهُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ إِلَّا طَوَافًا وَاحِدًا۔

"نبی ﷺ اور صحابہ کرام نے صرف ایک دفعہ صفا مروہ کے درمیان سعی کی"۔

ایک اور روایت ان الفاظ کا اضافہ ہے:

لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَلاَ أَصْحَابُهُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ إِلاَّ طَوَافًا وَاحِدًا طَوَافَهُ الأَوَّلَ .
"نبی ﷺ اور صحابہ کرام نے صرف ایک دفعہ صفا مروہ کے درمیان سعی کی، جو ان کی پہلی سعی تھی"۔ [2]

اس مسئلے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بھی شاہد ہے کہ جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو اکٹھا کیا، انہوں نے صرف ایک دفعہ صفا مروہ کے درمیان سعی کی۔

اگر آپ نے پہلے سعی نہیں کی تو پھر آپ پر سعی کرنا واجب ہوگا، کیونکہ جیسا پہلے بیان ہوچکا کہ سعی کے بغیر حج نہیں ہوتا۔

جب حاجی طوافِ افاضہ اور صفا مروہ کے درمیان سعی کر لیتا ہو تو دوسری دفعہ احرام کی پابندیوں سے باہر آتا ہے اور اُس کے لیے ممنوعہ چیزیں، حلال ہو جاتی ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کے حج کا وصف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

[1] اس حدیث کو امام بخاری نے حدیث نمبر 1572 کے تحت روایت کیا ہے۔
[2] اس حدیث کو امام مسلم نے حدیث نمبر 1215 کے تحت روایت کیا ہے۔

ثُمَّ لَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى قَضَى حَجَّهُ، وَنَحَرَ هَدْيَهُ يَوْمَ النَّحْرِ، وَأَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ، ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ۔

"آپ ﷺ پر اُس وقت تک احرام کی پابندیاں رہیں جب تک آپ ﷺ حج نہیں کر لیا، قربانی کے دن اپنا جانور قربان نہیں کر لیا اور بیت اللہ جا کر طوافِ افاضہ نہیں کر لیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ پر احرام کی تمام پابندیاں ختم ہو گئیں اور تمام ممنوعہ چیزیں حلال ہو گئیں۔[1]

مذکورہ بالا تمام اعمال کا کرنا نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ کی روایت کردہ طویل حدیث میں ہے:

فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتَّى أَسْفَرَ جِدًّا، فَدَفَعَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ، ... حَتَّى أَتَى بَطْنَ مُحَسِّرٍ، فَحَرَّكَ قَلِيلًا، ثُمَّ سَلَكَ الطَّرِيقَ الْوُسْطَى التي تَخْرُجُ عَلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرَى، حَتَّى أَتَى الْجَمْرَةَ الَّتِي عِنْدَ الشَّجَرَةِ، فَرَمَاهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ مِنْهَا، مِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ، رَمَى مِنْ بَطْنِ الْوَادِي، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمَنْحَرِ، فَنَحَرَ ثَلَاثًا وَسِتِّينَ بِيَدِهِ، ثُمَّ أَعْطَى عَلِيًّا، فَنَحَرَ مَا غَبَرَ، وَأَشْرَكَهُ فِي هَدْيِهِ، ثُمَّ أَمَرَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبَضْعَةٍ، فَجُعِلَتْ فِي قِدْرٍ، فَطُبِخَتْ، فَأَكَلَا مِنْ لَحْمِهَا وَشَرِبَا مِنْ مَرَقِهَا، ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَفَاضَ إِلَى الْبَيْتِ، فَصَلَّى بِمَكَّةَ الظُّهْرَ۔

"آپ ﷺ کھڑے رہے یہاں تک کہ کافی روشنی ہو گئی۔ آپ ﷺ سورج طلوع ہونے سے پہلے روانہ ہو گئے۔۔۔ جب آپ ﷺ وادی محسر کے درمیان پہنچے تو ذرا آگے بڑھے اور پھر درمیانہ اختیار کیا جو جمرۃ العقبہ میں نکلتا ہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ اُس جمرہ کے پاس آئے جو درخت کے پاس ہے، آپ ﷺ نے اُسے سات چھوٹے کنکر مارے، ہر کنکر پر تکبیر پڑھتے۔ آپ ﷺ نے وادی کے درمیان سے کنکر مارے اور پھر قربان گاہ تشریف لے گئے اور تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح کیے اور باقی حضرت علی کو دے دیے۔ باقی اونٹ حضرت علی نے ذبح کیے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی کو اپنے ساتھ قربانی میں شریک کیا۔ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ہر اونٹ سے گوشت کا ٹکڑا لیا جائے اور ایک دیگ میں پکایا جائے۔ حکم پر عمل ہوا۔ آپ ﷺ اور حضرت علی نے اُس گوشت میں سے کھایا اور اُس کے شوربے میں سے کچھ پیا۔ پھر آپ ﷺ بیت اللہ گئے اور طوافِ افاضہ کیا اور نمازِ ظہر مکہ میں ادا کی"۔[2]

ان چاروں کاموں کے کرنے میں سنت طریقہ یہ ہے کہ انہیں ترتیب کے ساتھ عید کے دن سورج طلوع ہونے کے بعد کیا جائے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ ترتیب یوں ہے:

1. جمرۃ العقبہ (بڑے شیطان) کو کنکریاں مارنا۔
2. حج تمتع اور حج قِران کرنے والوں کے لیے قربانی کے ذبح کرنا۔
3. سر منڈوانا یا بال چھوٹے کروانا۔
4. حج تمتع کرنے والوں کے لیے طواف پھر سعی کرنا۔ حج قِران اور حجِ اِفراد کرنے والوں نے اگر طوافِ قدوم کے ساتھ سعی کر لی تھی تو اب یعنی طوافِ افاضہ کے ساتھ سعی نہیں کریں گے، کیونکہ وہ پہلے ہی سعی کر چکے ہیں۔

اگر ان اعمال میں کچھ آگے پیچھے ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أن رسول الله ﷺ وَقَفَ فِي حَجَّةِ الوَدَاعِ بِمِنًى لِلنَّاسِ يَسْأَلُونَهُ، فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ؟ فَقَالَ: اذْبَحْ وَلاَ حَرَجَ، فَجَاءَ آخَرُ فَقَالَ: لَمْ أَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ؟ قَالَ: ارْمِ وَلاَ حَرَجَ، فَمَا سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلاَ أُخِّرَ إِلَّا قَالَ: افْعَلْ وَلاَ حَرَجَ.

[1] اس حدیث کو امام بخاری نے حدیث نمبر 1691 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1227 کے تحت روایت کیا ہے۔
[2] اس حدیث کو امام مسلم نے حدیث نمبر 1218 کے تحت روایت کیا ہے۔

"که رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر منی میں لوگوں کے سوالات کے جواب دینے کے رکے۔ ایک شخص آیا اور کہا: مجھے پتہ نہیں چلا اور میں نے جانور ذبح کرنے سے پہلے سر منڈوا لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، اب ذبح کر لو۔ ایک اور شخص آیا اور کہا: مجھے پتہ نہیں چلا اور میں نے رمی کرنے سے پہلے جانور ذبح کر لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، اب رمی کر لو۔ آپ ﷺ سے جس نے بھی اس طرح کا سوال پوچھا جس میں اعمال کی ترتیب آگے پیچھے ہوئی تھی، اُسے آپ ﷺ نے یہی جواب دیا: کوئی حرج نہیں، کرلو"۔[1]
ایک اور روایت میں ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، آپ ﷺ قربانی کے دن جمرہ کے پاس کھڑے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا: یا رسول اللہ، میں نے رمی کرنے سے پہلے سر منڈوا لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، اب رمی کر لو۔

ایک اور شخص آیا اور کہا: میں نے رمی کرنے سے پہلے جانور ذبح کر لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، اب رمی کر لو۔

ایک اور شخص آیا اور کہا: میں نے رمی کرنے سے پہلے بیت اللہ جا کر طوافِ افاضہ کر لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، اب رمی کر لو۔

راوی کہتے ہیں: آپ ﷺ سے اُس روز جو سوال پوچھا گیا، ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے یہی جواب دیا: کوئی حرج نہیں، کرلو"۔[2]

رات کے قیام اوررمی کے لیے منی واپسی:

جب حاجی عید کے دن طواف اور سعی سے فارغ ہو کر منی لوٹتا ہے تو عید کا دن اور ایامِ تشریق منی میں ہی گزارتا ہے۔ حاجی پر گیارہویں اور بارہویں کی رات منی میں گزارنا واجب ہے۔ اگر اُس نے تاخیر کا ارادہ کیا ہوا ہے تو پھر تیرہویں کی رات گزارنا بھی واجب ہو جائے گا۔ منی میں تاخیر افضل ہے۔ ارشادِ باری تعالی ہے:

وَاذْكُرُوا اللهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَى وَاتَّقُوا اللهَ۔

"یہ گنتی کے چند روز ہیں جو تمہیں اللہ کی یاد میں بسر کرنے چاہئیں۔ پھر جو کوئی جلدی کرکے دو ہی دن میں واپس ہوگیا تو کوئی حرج نہیں، اور جو کوئی زیادہ دیر ٹھہر کر پلٹا تو بھی کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ یہ دن اس نے تقویٰ کے ساتھ بسر کیے ہوں۔ اللہ کی نافرمانی سے بچو"۔[3]

حضرت عبد الرحمن بن یعمر دیلی رضی اللہ عنی فرماتے ہیں:

أتيتُ النبي ﷺ وهو بعرفةَ، فجاء ناسٌ - أو نفرٌ - من أهلِ نجدٍ، فأمروا رجلاً، فنادى رسولَ الله ﷺ: كيف الحَجُّ؟ فأمَرَ رجلاً فنادى: «الحجُّ يَومُ عرفةَ، مَنْ جاء قبلَ صلاةِ الصُبحِ مِن ليلةِ جَمْعٍ فتمَّ حَجُّه، أيامُ مِنى ثلاثةٌ، فمن تعجَّلَ في يومينِ فلا إثمَ عليهِ، ومن تأخَّرَ فلا إثمَ عليهِ». قال: ثم أردف رجلاً خَلفَهُ، فجعل يُنادِي بذلكَ.
"میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا، آپ ﷺ اُس وقت عرفات میں تھے۔ نجد سے کچھ لوگ آئے ہوئے تھے، اُنہوں ایک شخص سے کو آگے کیا، اُس نے آپ ﷺ سے پوچھا: حج کیسے کرنا ہے؟ آپ ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ یوں منادی کرے: حج عرفات کا دن ہے، جو شخص مزدلفہ کی رات میں، نمازِ فجر سے پہلے عرفات پہنچ گیا، اُس کا حج مکمل ہو گیا۔ منی کے دن تین ہیں۔ جس

[1] اس حدیث کو امام بخاری نے حدیث نمبر 83 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1306 کے تحت روایت کیا ہے۔
[2] اس حدیث کو امام مسلم نے حدیث نمبر 1306 اور حدیث نمبر 333 کے تحت روایت کیا ہے۔
[3] سورۃ البقرۃ، آیت 203۔

نے جلدی کی اور دو دن بعد چلا گیا، اُس نے کوئی گناہ نہیں کیا، اور جس نے تاخیر کی اُس نے بھی کوئے گناہ نہیں کیا۔ پھر آپ ﷺ نے ایک شخص کو اپنے پیچھے سوار کیا اور اُس نے اسی بات کی منادی کرنا شروع کر دی"۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دن کے آخر میں طوافِ افاضہ کیا، جب آپ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھ چکے، پھر منیٰ کی طرف لوٹے۔ ایام تشریق کی راتیں وہیں رہے، جب سورج غروب ہو جاتا تو آپ ﷺ جمرات پر کنکریاں مارتے، ہر جمرہ کو سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری تکبیر پڑھتے ہوئے مارتے۔ آپ ﷺ پہلے اور دوسرے جمرہ کو کنکریاں مارنے کے بعد دیر تک کھڑے ہو کر دعا مانگتے، تیسرے جمرہ کو کنکریاں مارنے کے بعد وہاں کھڑے نہ ہوتے"۔[2]

اگر حج اور حجاج کے مفاد پیشِ نظر ہوں تو منی میں راتیں نہ گزارنا بھی جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اسْتَأْذَنَ العَبَّاسُ بْنُ عَبْدِالمُطَّلِبِ رَضِيَ اللہ عَنْهُ رَسُولَ اللہ ﷺ أَنْ يَبِيتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى، مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ، فَأَذِنَ لَهُ۔

"حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے منی کی راتیں مکہ میں گزارنے کی اجازت مانگی، کیونکہ وہ مکہ میں حاجیوں کے لیے پانی کا انتظام کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اجازت دے دی"۔[3]

حضرت عاصم بن عدی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اُونٹوں کے چرواہوں کو منی میں راتیں نہ گزارنے کی اجازت دی کہ وہ قربانی کے دن رمی کر لیں، پھر اگلے دن یا اُس سے اگلے دن یعنی دو دن بعد، اور پھر روانگی کے دن رمی کر لیں"۔[4]

ایام تشریق میں آپ نے روزانہ تینوں جمرات پر رمی کرنا ہے۔ ہر جمرہ کو سات کنکریاں مارنا ہیں اور ہر کنکری مارتے وقت تکبیر پڑھنا ہے۔ رمی زوال کے بعد ہوگی۔

حاجی پہلے جمرہ اولی (چھوٹا شیطان) کو کنکریاں مارتا جو مسجدِ خیف کے پاس ہے، پھر تھوڑا آگے بڑھتا ہے اور دیر تک قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا رہتا ہے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے۔

پھر حاجی جمرہ وسطی (درمیانہ شیطان) کو کنکری مارتا ہے، پھر بائیں طرف تھوڑا سا چلتا ہے، اور دیر تک قبلے کی طرف منہ کر کے کھڑا رہتا ہے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے۔

پھر وہ جمرة العقبہ (بڑا شیطان) کو کنکریاں مارتا ہے، اور وہاں سے بغیر رکے چلا جاتا ہے۔

حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں:

---

[1] اس حدیث کو امام ابوداؤد نے حدیث نمبر 1949 ، امام ترمذی نے حدیث نمبر 889 ، امام نسائی نے حدیث نمبر 3016 اور امام ابن ماجہ نے حدیث نمبر 3015 کے تحت روایت کیا ہے۔

[2] اس حدیث کو امام ابوداؤد نے حدیث نمبر 1973 کے تحت روایت کیا ہے۔ گوکہ اس کی سند میں ضعف ہے لیکن دیگر شواہد کی بدولت سند کو تقویت پہنچتی ہے۔

[3] اس حدیث کو امام بخاری نے حدیث نمبر 1634 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1315 کے تحت روایت کیا ہے۔

[4] اس حدیث کو امام ابوداؤد نے حدیث نمبر 1975 ، امام ترمذی نے حدیث نمبر 955 ، امام نسائی نے حدیث نمبر 3969 امام ابن ماجہ نے حدیث نمبر 3037 ، اور امام احمد نے اپنی مسند میں حدیث نمبر 23775 کے تحت روایت کیا ہے۔

أن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما، كَانَ يَرْمِي الجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، ثُمَّ يُكَبِّرُ عَلَى إِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيُسْهِلُ، فَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ القِبْلَةِ قِيَامًا طَوِيلًا، فَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِي الجَمْرَةَ الوُسْطَى كَذَلِكَ، فَيَأْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيُسْهِلُ وَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ القِبْلَةِ قِيَامًا طَوِيلًا، فَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ، ثُمَّ يَرْمِي الجَمْرَةَ ذَاتَ العَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الوَادِي، وَلاَ يَقِفُ عِنْدَهَا، وَيَقُولُ: «هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ الله ﷺ يَفْعَلُ۔

"حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ چھوٹے شیطان کو سات کنکریاں یکے بعد دیگرے، تکبیر پڑھتے ہوئے مارتے، پھر آگے بڑھ کر ہموار جگہ پر آتے اور قبلہ رُخ ہو کر طویل قیام کے دوران ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتے۔ پھر جمرۂ وسطیٰ (درمیانے شیطان) پر بھی اسی طرح رمی کرتے۔ پھر بائیں طرف بڑھ کر ہموار جگہ پر آتے اور قبلہ رُخ ہو کر طویل قیام کے دوران ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتے۔ پھر جمرۃ العقبہ (بڑا شیطان) پر وادی کے درمیان سے رمی کرتے اور اُس کے قریب نہ رُکتے، اور فرماتے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے"۔[1]

ایامِ تشریق میں رمی جمرات زوال کا وقت گزرنے کے بعد کی جائے گی۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رَمَى رَسُولُ الله ﷺ الْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى، وَأَمَّا بَعْدُ فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ۔

"رسول اللہ ﷺ نے عید الاضحیٰ کے دن رمی دن چڑھنے کے بعد کی، اس کے بعد آپ ﷺ نے رمی، زوال کا وقت گزرنے کے بعد کی"۔[2]

حضرت وبرہ بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں، میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میں کس وقت رمی کروں؟ اُنہوں نے کہا: جب تمہارے حج کے امام رمی کریں اُس وقت تم بھی رمی کرو۔ میں نے ان سے یہ سوال دوبارہ کیا، آپ نے فرمایا: ہم مناسب وقت کا انتظار کرتے، جب سورج رُوبہ زوال ہوتا تو ہم رمی کر لیتے"۔[3]

ذو الحج کی بارہویں کو جب حاجی تینوں جمرات کو کنکریاں مار چکتا ہے تو وہ حج کے فرائض سے فارغ ہو جاتا ہے۔ اب اسے اختیار ہے چاہے تو منی میں تیرہویں تاریخ تک رہے اور زوال کے بعد رمی کرے، اور اگر چاہے تو بارہویں کو ہی منی چھوڑ دے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: وَاذْكُرُوا اللهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَى وَاتَّقُوا اللهَ۔

"یہ گنتی کے چند روز ہیں جو تمہیں اللہ کی یاد میں بسر کرنے چاہئیں۔ پھر جو کوئی جلدی کرکے دو ہی دن میں واپس ہوگیا تو کوئی حرج نہیں، اور جو کوئی زیادہ دیر ٹھہر کر پلٹا تو بھی کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ یہ دن اس نے تقویٰ کے ساتھ بسر کیے ہوں۔ اللہ کی نافرمانی سے بچو"۔[4]

تاخیر کر لینا بہتر ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسے ہی کیا۔ نیز اس میں آپ مزید نیک اعمال کر سکتے ہیں، جس میں تیرہویں کی رات منی میں گزارنا اور تیرہ تاریخ کو رمی کرنا شامل ہے۔

[1] اس حدیث کو امام بخاری نے حدیث نمبر 1752 کے تحت روایت کیا ہے۔
[2] اس حدیث کو امام مسلم نے حدیث نمبر 1299 کے تحت روایت کیا ہے۔
[3] اس حدیث کو امام بخاری نے حدیث نمبر 1746 کے تحت روایت کیا ہے۔
[4] سورۃ البقرۃ، آیت 203۔

اور آپ دو دن بعد جلدی کرنا چاہیں تو آپ کو چاہیے کہ بارہویں دن غروبِ آفتاب سے پہلے منیٰ سے نکل جائیں۔ اگر بارہویں دن کا سورج آپ کے منیٰ سے نکلنے سے پہلے غروب ہوگیا تو پھر جلدی نہ کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ۔

"جو کوئی جلدی کرکے دو ہی دن میں واپس ہوگیا تو کوئی حرج نہیں"۔[1]

یعنی جلدی کرنے کو اللہ تعالیٰ نے دو دنوں تک محدود کیا ہے۔ دو دن بعد جلدی کی مدت ختم ہو جاتی ہے۔ اور دن کا اختتام سورج غروب ہونے پر ہوتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مَنْ غَرَبَتْ لَهُ الشَّمْسُ مِنْ أَوْسَطِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ وَهُوَ بِمِنًى فَلَا يَنْفِرَنَّ حَتَّى يَرْمِيَ الْجِمَارَ مِنَ الْغَدِ۔

"اگر کوئی شخص منی میں ایام تشریق گزار رہا ہے، تو اگر وہ منی میں ہے اور سورج غروب ہو جاتا ہے تو وہ منی سے نہ نکلے، اُسے اگلے دن بھی رمی کرنی ہوگی"۔[2]

رمی کے لیے اپنا نائب مقررکرنا:

حجاجِ کرام مرد ہوں اور یا عورتیں، سب پر واجب ہے کہ خود کنکریاں ماریں۔ کسی اور کو اس عمل میں اپنا وکیل بنانا جائز نہیں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو کم عمری، بڑھاپے، بیماری یا کمزوری کی وجہ سے کنکریاں مارنے سے عاجز ہوں۔

اگر وہ کنکریاں مارنے سے عاجز ہوں تو ان کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی طرف سے کسی قابل اعتماد شخص کو کنکریاں مارنے پر مقرر کر دیں۔ جو نائب ہوگا وہ پہلے اپنی طرف سے رمی کرے گا پھر اس شخص کی طرف سے رمی کرے گا جس نے اسے اپنا نائب بنایا ہے۔

رمی کے لیے نائب مقرر کرنے کا طریقہ: جسے نائب بنایا گیا ہو، وہ پہلے اپنی طرف سے رمی کرے گا پھر اس شخص کی طرف سے رمی کرے گا جس نے اسے اپنا نائب بنایا ہے۔

اپنی طرف سے اور اپنے موکل کی طرف سے ایک ہی چکر میں رمی کر سکتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نائب کے لیے لازم نہیں ہے کہ ایک دفعہ اپنی طرف سے تینوں جمرات کو کنکریاں مارے، پھر وہ اپنے مقرر کرنے والے کی طرف سے دوبارہ کنکریاں مارنے کے لیے واپس آئے۔

طوافِ وداع:

جب حاجی تمام اعمالِ حج سے فارغ ہو جاتا ہے اور واپسی کا ارادہ کرتا ہے، اُس وقت اُس کے لیے جائز نہیں کہ مکہ سے نکلے،

---

[1] سورۃ البقرۃ، آیت 203۔

[2] اس حدیث کو امام مالک نے موطأ میں حدیث نمبر 214 کے تحت روایت کیا ہے۔

جب تک وہ طوافِ وداع نہ کر لے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ ہر طرف روانہ ہو رہے تھے، یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا يَنْفِرَنَّ أَحَدٌ حَتَّى يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِ بِالْبَيْتِ۔

"کوئی شخص روانہ نہ ہو جب تک اُس کا آخری کام بیت اللہ کا طواف نہ ہو"۔[1]

طوافِ وداع کرنے کے بعد مکہ میں ٹھہرنا جائز نہیں اور نہ ہی کسی اور کاموں میں مشغول ہونا جائز ہے، سوائے اس کے جو سفر کے مقاصد اور ضروریات سے متعلق ہو۔ جیسا کہ سامان باندھنا یا ساتھیوں کا انتظار کرنا، یا گاڑی کا انتظار کرنا۔ اگر حاجی مکہ میں دیگر کاموں کے لیے مقیم ہو جاتا ہے جو مذکورہ کاموں کے علاوہ ہیں، تو ضروری ہے کہ وہ دوبارہ طوافِ وداع کرے، تاکہ اُس کا آخری کام بیت اللہ کا طواف ہو۔

حیض یا نفاس والی خواتین سے طوافِ وداع ساقط ہو جاتا ہے۔ اس عذر کے ہوتے ہوئے وہ بیت اللہ کا طواف نہیں کریں گی۔ اور اس صورت میں اُن پر کوئی مواخذہ نہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أُمِرَ النَّاسُ أَنْ يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ، إِلَّا أَنَّهُ خُفِّفَ عَنِ الحَائِضِ۔
"لوگوں کو حکم دیا گیا کہ اُن کا آخری کام بیت اللہ کا طواف ہو۔ لیکن حیض والی خواتین سے اس بارے میں رعایت کر دی گئی"۔[2]

اعمالِ حج کا خلاصہ:

پہلے دن کے کام، جو کہ ذو الحج کا آٹھواں دن ہے:

حاجی غسل کرتا ہے، خوشبو لگاتا ہے، احرام کے کپڑے پہنتا ہے اور اپنی جگہ سے حج کے احرام کی نیت کرتا ہے، اور کہتا ہے: لبَّيْك حجاً، لبيك اللهم لبيك، لبَّيْك لا شريك لك لبَّيْك، إن الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك.

"میں حج کے لیے حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ یقیناً تمام تعریفیں، نعمتیں اور بادشاہت تیری ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں ہے"۔

2- حاجی منیٰ جاتا ہے اور آٹھویں دن ظہر کی نماز، عصر کی نماز، مغروب کی نماز، عشاء کی نماز اور فجر کی نماز پڑھتا ہے۔ ہر نماز اپنے وقت پر ادا کرنی ہے۔ صرف چار رکعتوں والی نمازوں کو قصر کرنا ہے۔ منی میں حاجی نویں ذو الحج کی صبح، طلوعِ آفتاب تک رہتا ہے۔

دوسرے دن کے کام جو کہ نو ذوالحج کا دن ہے:

1- طلوع آفتاب کے بعد حاجی عرفات جاتا ہے، ظہر اور عصر کی نمازیں قصر اور جمع تقدیم کرتے ہوئے ظہر کے وقت پڑھتا ہے اور اگر ممکن ہو تو ظہر سے پہلے نَمِرہ پہنچتا ہے۔

[1] اس حدیث کو امام مسلم نے حدیث نمبر 1327 کے تحت روایت کیا ہے۔
[2] اس حدیث کو امام بخاری نے حدیث نمبر 1755 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1328 کے تحت روایت کیا ہے۔

2- نماز کے بعد، حاجی اپنے آپ کو ذکر اور دعا مشغول کرتا ہے، قبلہ کی طرف منہ کرکے، سورج غروب ہونے تک ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے۔

3- غروب آفتاب کے بعد وہ مزدلفہ جاتا ہے جہاں مغرب کی تین رکعت اور عشاء کی نماز دو رکعت ادا کرتا ہے اور فجر تک وہیں رہتا ہے۔

تیسرے دن کے کام جو کہ عید کا دن ہے:

1- حاجی، فجر کی نماز پو پھٹنے کے بعد پڑھتا ہے، پھر ذکر اور دعا میں مشغول رہتا ہے، یہاں تک کہ دن روشن ہو جائے۔

2- حاجی، طلوعِ آفتاب سے پہلے منیٰ کی طرف روانہ ہوتا ہے۔

3- حاجی، منیٰ پہنچ کر جمرۂ عقبہ کی طرف جاتا ہے اور اس پر یکے بعد دیگرے سات کنکریاں مارتا ہے اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر پڑھتا ہے۔

4- اگر حاجی کے پاس قربانی کا جانور ہو تو اُسے ذبح کرتا ہے۔

5- حاجی اپنا سر منڈواتا یا بال چھوٹے کرواتا ہے۔ اور احرام کی پابندیوں سے باہر آجاتا ہے۔ یہ احرام کی پابندیوں سے باہر آنے کا پہلا مرحلہ ہے۔ اس میں وہ اپنے روز مرہ کے کپڑے پہنتا اور عطر لگاتا ہے۔ اس کے بعد حاجی پر احرام کی تمام ممانعتیں جائز ہو جاتی ہیں، سوائے اپنی بیوی سے تعلق قائم کرنے کے۔

6- حاجی مکہ مکرمہ جاتا ہے اور طوافِ افاضہ کرتا ہے، جو کہ حج کا طواف ہے اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے۔ یہ حج کی سعی ہے جسے اُن تمام حجاج نے کرنا ہے جو حجِ تمتع کر رہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص حجِ تمتع نہیں کر رہا لیکن اُس نے طوافِ قدوم کے بعد سعی نہیں کی تھی، تو اُسے بھی سعی کرنا ہوگی۔

اس کے بعد حاجی پر احرام کی تمام ممانعتیں جائز ہو جاتی ہیں، حتیٰ کہ اپنی بیوی سے تعلق قائم کرنا بھی جائز ہو جاتا ہے۔

7 ۔ حاجی منیٰ واپس آتا ہے اور گیارہویں تاریخ کی رات منی میں گزارتا ہے۔

چوتھے دن کے کام، جو کہ ذو الحج کا گیارہواں دن ہے:

1- حاجی تینوں جمرات کو کنکریاں مارتا ہے۔ پہلا، پھر درمیانہ، پھر جمرۂ عقبہ، ہر ایک کو لگاتار سات کنکریاں مارتا ہے۔ پہلے اور درمیانے شیطان کو کنکریاں مارنے کے بعد دعا کے لیے کھڑا ہونا مستحب ہے۔

2- حاجی بارہویں ذو الحج کی رات منیٰ میں گزارتا ہے۔

پانچویں دن کے کام، جو کہ ذو الحج کا بارہواں دن ہے:

1- حاجی تینوں جمرات کو اسی طرح کنکریاں مارتا ہے جیسے چوتھے دن ماریں۔

2- اگر حاجی جلدی کرنا چاہے تو غروبِ آفتاب سے پہلے منیٰ سے نکل جائے، اور اگر تاخیر سے جانا چاہے تو منیٰ میں رات گزارے۔

چھٹے دن کے کام جو کہ ذو الحج کا تیرہواں دن ہے:

یہ دن ان لوگوں کے لیے ہے جو تاخیر سے جانا چاہیں۔ یہ لوگ درج ذیل کام کریں گے:

1- حاجی تینوں جمرات کو اسی طرح کنکریاں مارے گا جیسا کہ اس نے گزشتہ دو دنون میں ماریں۔

2- حاجی اس کے بعد منیٰ سے نکل جاتا ہے۔

حج کا آخری عمل، سفر سے فوراً پہلے، طواف الوداع کجرنا ہے۔ اللہ سب سے بہتر جانتا ہے۔

بارہواں باب: مسجدِ نبوی کی زیارت

مسجدِ نبوی کی زیارت کرنا سنت ہے۔ یہ ان تین مساجد میں سے ایک ہے جن کے لیے رختِ سفر باندھنا جائز ہے۔ شریعتِ اسلامیہ نے مسجدِ نبوی کی زیارت کرنے اور اس میں دعا کرنے کی ترغیب دی ہے۔ احادیث میں ہم دیکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِي هَذَا، وَمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى۔

"تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کے لیے رختِ سفر نہ باندھو: میری یہ مسجد۔ ، مسجد حرام، اور مسجد اقصیٰ"۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ، إِلَّا الْمَسْجِدَ الحَرَامَ.

"میری اس مسجد میں ایک نماز، مسجدِ حرام کے علاوہ دوسری جگہ کی ہزار نمازوں سے افضل ہے"۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الجَنَّةِ، وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي.

"میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، اور میرا منبر میرے حوض پر ہے"۔[3]

حاجی ہوں یا دیگر مسلمان، سب کے لیے مسجد نبوی کی زیارت کرنا اور حج سے پہلے یا حج کے بعد اس میں نماز پڑھنا سنت ہے۔ مسجدِ نبوی کی زیارت کے لیے کوئی خاص وقت نہیں ہے۔ اسی طرح مسجدِ نبوی کی زیارت نہ تو شرائطِ حج میں شامل

[1] اس حدیث کو امام بخاری نے حدیث نمبر 1189 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1397 کے تحت روایت کیا ہے۔
[2] اس حدیث کو امام بخاری نے حدیث نمبر 1190 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1394 کے تحت روایت کیا ہے۔
[3] اس حدیث کو امام بخاری نے حدیث نمبر 1196 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1391 کے تحت روایت کیا ہے۔

ہے، اور نہ ارکانِ حج یا فرائضِ حج سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ یعنی حج کا مسجدِ نبوی کی زیارت کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص حج کرتا ہے اور مسجدِ نبوی کی زیارت نہیں کرتا، اُس کا حج صحیح ہے اور اُس پر کوئی گرفت نہیں۔

یاد رہے کہ شہرِ نبی کے سفر کا مقصد مسجد نبوی کی زیارت کرنا ہے، نہ کہ قبرِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، یا صحابہ کرام رضي اللہ عنهم کی قبروں کی زیارت کے لیے، یا مسجد قبا یا دیگر مقامات کے لیے۔ کیونکہ ایسی جگہ کا سفر کرنا جائز نہیں جہاں عبادت کی جاتی ہو، سوائے تین جگہوں کے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ کی سابقہ حدیث میں مذکور ہے: مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی اور مسجدِ اقصیٰ۔

جب زائرین مسجدِ نبوی میں پہنچیں تو اُنہوں نے وہی سنت طریقہ اپنانا ہے جو دیگر تمام مساجد میں داخل ہوتے وقت اپناتے ہیں۔ وہ اپنے دائیں پاؤں سے داخل ہوں گے اور یہ دعا پڑھیں گے:

بسم الله، والصلاة والسلام على رسول الله، أعوذُ بالله العظيم، وبوجهه الكريم، وسلطانه القديم من الشيطان الرجيم، اللهم افتح لي أبواب رحمتِك.

"اللہ کے نام کے ساتھ، اور اللہ کے رسول پر درود و سلام بھیجتے ہوئے، میں عظیم اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، اس کے باعزت چہرے کی پناہ مانگتا ہوں، اور اس کی قدیم بادشاہت کی پناہ مانگتا ہوں، شیطان مردود سے۔ اے اللہ، میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

مسجدِ نبوی میں داخلے کے لیے کوئی خاص ذکر نہیں ہے۔

ابوحمید یا ابواسید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو یوں کہے: اللهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)اے اللہ، میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے (اور جب باہر نکلے تو کہے: اللهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ)اے اللہ، میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں)۔[1]

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو یوں فرماتے: أعوذُ بالله العظيمِ، وبوجهِهِ الكريم، وسُلطانِه القديم، من الشَّيطانِ الرَّجيم۔

"میں عظیم اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، اس کے باعزت چہرے کی پناہ مانگتا ہوں، اور اس کی قدیم بادشاہت کی پناہ مانگتا ہوں، شیطان مردود سے"۔[2]

حضرت کعب الاحبار رحمة اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ س کہا کہ میں تمہیں دو باتیں بتاتا ہوں، انہیں کبھی مت بھولنا۔ جب مسجد میں داخل ہو تو نبی کریم ﷺ پر درود وسلام بھیجو اور یوں کہو: اللهُمَّ افْتَحْ لِي

[1] اس حدیث کو امام مسلم نے حدیث نمبر 713 کے تحت روایت کیا ہے۔
[2] اس حدیث کو امام ابو داؤد نے حدیث نمبر 466 کے تحت روایت کیا ہے۔

أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)اے اللہ، میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے (اور جب باہر نکلو تو نبی کریم ﷺ پر درود وسلام بھیجو اور یوں کہو: اللهُمَّ احْفَظْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ (اے اللہ ! مجھے شیطان سے محفوظ فرما)۔[1]

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ: جب وہ مسجد میں داخل ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے، اور یوں کہتے: اللهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)اے اللہ، میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے (، اور جب باہر نکلتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے اور شیطان سے پناہ مانگتے"۔[2]

مسجد میں داخل ہو کر دو رکعتیں تحیۃ المسجد پڑھیں۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ (جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو، تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے)۔[3]

اگر آپ کو ریاض الجنت میں دو رکعتیں تحیۃ المسجد پڑھنے کا موقع ملتا ہے تو زیادہ بہتر ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الجَنَّةِ، وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي۔

"میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جگہ، جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے"۔[4]

اگر ریاض الجنت میں دو رکعتیں تحیۃ المسجد پڑھنا دشوار ہو تو آپ مسجدِ نبوی میں کہیں بھی یہ دو رکعتیں پڑھ سکتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اور آپ ﷺ کے دو اصحاب کی قبروں کی زیارت، اللہ ان دونوں سے راضی ہو:

مسجدِ نبوی میں داخل ہوتے ہی دو رکعتیں تحیۃ المسجد پڑھنے کے بعد آپ کے لیے یہ مشروع ہے کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام ابو بکر صدیق اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کو سلام کرنے جائیں۔

1- آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک کے سامنے ادب سے کھڑے ہوں گے اور قبر کی طرف منہ کرکے پست آواز میں یوں کہیں گے: السلامُ عليك يا رسول الله ورحمةُ الله وبركاته (اے اللہ کے رسول، آپ پر سلامتی ہو، اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں)۔

اگر آپ اپنے سلام میں یہ اضافہ کرتے ہیں: السلامُ عليك يا نبي الله، السلام عليك يا خيرة الله من خلقه، السلام عليك يا سيد المرسلين، وإمام المتقين، أشهد أنك قد بلغت الرسالة، وأديت الأمانة، ونَصحت الأمة، وجاهدت في الله حق جهاده (اے اللہ کے نبی، آپ پر سلامتی ہو، اے اللہ کی بہترین مخلوق، آپ پر سلام ہو، اے رسولوں کے سردار، اور پرہیزگاروں کے امام، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے پیغامِ رسالت پہنچا دیا، امانت کو ادا کیا، امت کو نصیحت کی، اور اللہ کی راہ میں اس

---

[1] اس حدیث کو امام نسائی نے سنن کبریٰ (دن اور رات کے اعمال) میں حدیث نمبر 9840 کے تحت روایت کیا ہے۔ گوکہ حدیث کو نبی کریم ﷺ کا قول بتا کر روایت کیا ہے لیکن پھر تصحیح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ کعب الاحبار کا قول ہے، نبی ﷺ کا قول نہیں ہے۔

[2] اس حدیث کو امام امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں (298/1)، (97/6) روایت کیا ہے۔

[3] اس حدیث کو امام بخاری نے حدیث نمبر 444 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 714 کے تحت روایت کیا ہے۔

[4] اس حدیث کو امام بخاری نے حدیث نمبر 1196 اور امام مسلم نے حدیث نمبر 1391 کے تحت روایت کیا ہے۔

طرح کوشش کی اس کا حق ادا کر دیا)، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سب آپ ﷺ کی صفات میں سے ہیں۔
اگر سلام عرض کرنے کے پہلے والے صیغے پر اکتفا کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے، کیونکہ وہی صیغہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔

2- پھر آپ اپنی دائیں طرف ایک قدم بڑھاتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قبر کے سامنے کھڑے ہوں گے اور یوں سلام کریں گے: السلام عليك يا أبا بكر۔ (اے ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ پر سلامتی ہو)۔ اگر آپ اپنے سلام میں کوئی مناسب بات کا اضافہ کر دیں تو کوئی حرج نہیں ہے، مثال کے طور اگر آپ یوں کہیں: السلامُ عليك يا خليفةَ رسول الله ﷺ في أُمته، رضي الله عنك وجزاك عن أُمة محمدٍ ﷺ خيرًا۔ (اے امتِ محمدی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین، آپ پر سلام ہو، اللہ آپ سے راضی ہو اور آپ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے)۔
اگر سلام عرض کرنے کے پہلے والے صیغے پر اکتفا کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے، کیونکہ وہی صیغہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔

3- پھر آپ اپنی دائیں طرف ایک قدم بڑھاتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کے سامنے کھڑے ہوں گے اور یوں سلام کریں گے: السلام عليك يا عمر۔ (اے عمر رضی اللہ عنہ آپ پر سلامتی ہو)۔ اگر آپ اپنے سلام میں کوئی مناسب بات کا اضافہ کر دیں تو کوئی حرج نہیں ہے، مثال کے طور اگر آپ یوں کہیں: السلامُ عليك يا أمير المؤمنين، رضي الله عنك وجزاك عن أُمة محمدٍ ﷺ خيرًا۔ (اے امیرالمؤمنین، آپ پر سلام ہو، اللہ آپ سے راضی ہو اور آپ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے)۔
اگر سلام عرض کرنے کے پہلے والے صیغے پر اکتفا کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے، کیونکہ وہی صیغہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر جب سفر سے آتے تو مسجدِ نبوی میں داخل ہو کر قبر مبارک پرآ کر کہتے: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ الله، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا بَكْرٍ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَتَاهُ۔ (سلام ہو آپ پر اے اللہ کے رسول! سلام ہو آپ پر اے ابوبکر! سلام ہو آپ پر اے ابا جان!)۔[1]

[1] اسے اسماعیل جہضمی نے "فضل الصلاة على النبي ﷺ" میں نمبر 100 کے تحت روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن دینار سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر کھڑے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر درود وسلام بھیج رہے تھے۔"[1]

حضورِ اکرم ﷺ اور آپ ﷺکے دونوں ساتھیوں کو سلام عرض کرتے وقت، شرعی آداب اور بہترین اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ یعنی ادب کے ساتھ اور آواز کو پست کرتے ہوئے سلام عرض کرنا ہے۔ اس لیے کہ مسجدوں میں آواز بلند کرنا حرام ہے حضرت سائب بن یزید کہتے ہیں: میں مسجد میں کھڑا تھا، کسی شخص نے مجھ پر کنکر پھینکا۔ میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا: جاؤ اور ان دو آدمیوں کو میرے پاس لے آؤ، میں ان کو حضرت عمر کے پاس لے آیا۔ حضرت عمر نے کہا: تم کون ہو یا کہاں سے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم طائف سے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اگر تم اہلِ مدینہ میں سے ہوتے تو میں تمہیں سبق سکھاتا۔ تم دونوں رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو"۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر اور آپ ﷺکے دونوں ساتھیوں کی قبروں پر طویک وقت کے لیے کھڑے ہونا اور دعا کرنا مناسب نہیں ہے، کیونکہ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ اس عمل کو ناپسند کرتے تھے اور فرماتے تھے: یہ بدعت ہے۔ ہمارے اسلاف ایسا نہیں کرتے تھے۔ اور اس امت کے آخری حصے کی اصلاح صرف اسی طرح سے ہوگی جس طرح اس کے پہلے حصے کی اصلاح ہوئی تھی۔

امام مالک بن انس کو یہ بات بھی ناپسند تھی کہ اہلِ مدینہ میں سے جب بھی کوئی شخص مسجدِ نبوی میں داخل ہو، وہ لازماً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر بھی آئے۔ کیونکہ ہمارے اسلاف ایسا نہیں کرتے تھے، بلکہ وہ جب بھی مسجدِ نبوی میں آتے اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھتے، اور نماز میں کہتے: السلامُ عليك أيها النبي ورحمةُ الله وبركاته (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، السلام علیکم! آپ پر اللہ کی رحمت و برکت ہو)، نماز سے فارغ ہو جاتے تو وہیں بیٹھ جاتے یا باہر نکل جاتے، لیکن قبر مبارک پر سلام عرض کرنے کے لیے نہیں آتے تھے۔ ان کے علم میں یہ بات تھی کہ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو درود وسلام پڑھا ہے وہ زیادہ مکمل اور افضل ہے۔

حاجی پر واجب ہے کہ وہ سوائے اللہ کے کسی سے دعا نہ کرے، اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارے، نہ آپ ﷺ سے مدد طلب کرے، اور نہ ہی کسی اور حاجت کی دعا کرے۔ ہر دعا صرف اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہے، چاہے آپ مسجدِ نبوی میں ہوں یا کسی اور جگہ پر۔

اللہ تعالی نے فرمایا ہے: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ۔

"تمہارا رب کہتا ہے: مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ جو لوگ گھمنڈ میں آ کر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں، ضرور وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے"۔[3]

---

[1] اسے امام مالک نے موطا (166/1) میں روایت کیا ہے۔ نیز اسے اسماعیل جہضمی نے "فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ" میں نمبر 98 کے تحت روایت کیا ہے۔

[2] اس حدیث کو امام بخاری نے حدیث نمبر 470 کے تحت روایت کیا ہے۔

[3] سورہ غافر، آیت 60۔

الله تعالی نے فرمایا ہے: وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ۔
"اور اے نبی، میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں، تو انہیں بتا دو کہ میں اُن سے قریب ہی ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے، میں اُس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ لہٰذا انہیں چاہیے میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں، شاید کہ وہ راہِ راست پائیں"۔[1]

الله تعالی کا فرمان ہے: ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔
"اپنے رب کو پکارو، گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔[2]

الله تعالی کا فرمان ہے: قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ۔
"اے نبی ﷺ، کہو، میری نماز، میرے تمام مراسمِ عبودیت، میرا جینا اور میرا مرنا، سب کچھ الله رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے سرِ اطاعت جھکانے والا میں ہوں"۔[3]

الله تعالی کا فرمان ہے: وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظَّالِمِينَ۔
"اور الله کو چھوڑ کر کسی ایسی ہستی کو نہ پکار جو تجھے نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے نہ نقصان، اگر تو ایسا کرے گا تو ظالموں میں سے ہوگا"۔[4]

نیز الله تعالی نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ امت پر واضح کر دیں کہ آپ ﷺ اپنی ذات کے لیے کسی نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ الله تعالی کا فرمان ہے: قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ الله وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ۔
"اے نبی ﷺ، ان سے کہو کہ میں اپنی ذات کے لیے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا، الله ہی جو کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے۔ اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بہت سے فائدے اپنے لیے حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ میں تو محض ایک خبردار کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں اُن لوگوں کے لیے جو میری بات مانیں"۔

الله تعالی نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو یہ حکم بھی دیا کہ آپ ﷺ امت پر واضح کر دیں کہ آپ ﷺ اپنی امت کے لیے بھی کسی نفع یا نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ الله تعالی کا فرمان ہے: قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا۔
"اے نبی ﷺ، کہو کہ میں تو اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ کہو، میں تم لوگوں کے لیے نہ کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں نہ کسی بھلائی کا"۔[5]

اسی طرح ایک حاجی کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ حجرہ مبارک کی دیوار کو برکت کے حصول کے لیے چھوئے، یا بوسہ دے، یا سجدہ کرے۔

جو لوگ مدینہ میں مقیم ہیں یا زائرین ہیں، اُن کے لیے سنت ہے کہ مسجدِ قبا جائیں اور وہاں دو رکعتیں پڑھیں۔

---

[1] سورة البقرة، 186-
[2] سورة الأعراف، آيت 55-
[3] سورة الأنعام، آيات 162، 163-
[4] سورة يونس، آيت 106-
[5] سورة الجن، آيات 20، 21-

اسی طرح حجاج کے لیے بقیع قبرستان کی زیارت کرنا بھی سنت ہے اور جو صحابہ کرام وہاں دفن ہیں، مثلاً حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام، اُن کو سلام کرنا بھی سنت ہے۔ اسی طرح غزوۂ اُحُد کے شہداء کو سلام کرنا اور ان کے لیے دعا کرنا بھی سنت کو زندہ کرنے کے مترادف اور آخرت کو یاد کرنے کے لیے ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھایا ہے کہ جب ہم قبرستان جائیں تو ہمیں کیا کہنا چاہیے۔ حضرت بریدہ بن حُصیب رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ صحابۂ کرام کو قبرستان میں جانے کی دعا سکھاتے تھے: صحابۂ کرام یوں دعا کرتے:

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ لَلَاحِقُونَ، أَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ۔

"سلام ہو تم پر ان گھروں میں رہنے والے اہلِ ایمان اور اہلِ اسلام، اللہ نے چاہا تو ہم آپ میں شامل ہونے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور آپ کو عافیت عطا فرمائے"۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیع قبرستان کی زیارت کرتے اور فرماتے:

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَأَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ غَدًا، مُؤَجَّلُونَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ، اللهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ۔

" سلام ہو تم پر ان گھروں میں رہنے والے اہلِ ایمان۔ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا وہ کل تمہیں مل جائے گی، کچھ تاخیر کے ساتھ، اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم آپ میں شامل ہونے والے ہیں۔ اے اللہ بقیع الغرقد میں رہنے والوں کی مغفرت فرما"۔[2]

قبروں کی زیارت کرنے کے حوالے سے یہی مذکورہ طریقہ سنت ہے۔ اس کے برعکس، میت سے دعا مانگنا، میت سے مدد مانگنا، یا مُردوں سے شفاعت مانگنا، یا انہیں وسیلہ بنانا، یا قبروں کا طواف کرنا اور ان پر ڈیرہ ڈال کر بیٹھ رہنا، یہ سب اور ان سے ملتے جلتے اعمال حرام اور بدعات ہیں۔ اس طرح قبروں کی زیارت نہ صرف بدعت ہے بلکہ بعض دفعہ شرکیہ اعمال پر مشتمل ہوتے ہے جیسے میت سے دعا کرنا اور اس سے مدد طلب کرنا۔

اسی طرح مسجدِ نبوی اور مسجدِ قبا کے علاوہ بعض مساجد یا جگہوں پر نماز کی نیت سے جانا، اس عقیدے کی بنا پر کہ ان مساجد یا جگہوں کو کوئی فضیلت حاصل ہے، اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ نیز ان مساجد یا جگہوں کی زیارت کرنے کا، یا ان میں نماز پڑھنے یا ان کو ترجیح دینے کا کوئی شرعی ثبوت نہیں ہے، کیونکہ یہ سب بدعتوں میں شامل ہے۔

اللہ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی آل اور تمام صحابۂ کرام پر رحمتیں نازل فرمائے۔

ختم شد

[1] اس حدیث کو امام مسلم نے حدیث نمبر 975 کے تحت روایت کیا ہے۔
[2] اس حدیث کو امام مسلم نے حدیث نمبر 974 کے تحت روایت کیا ہے۔